

پانچ مسائل

نورِ بشر، علمِ شریعہ، دہلی شریعتی کونسل، اسلام آباد

مولانا مفتی احمد مہناز

تلمیذ

فقیہ العصر مرجع الخواص محقق وقت

حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی صاحب الدہلی

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲ یوسٹ بکس ۱۱۱۸۲ کراچی فون ۳۶۸۱۱۲-۳۶۸۱۱۳

فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۳	ظل العجیب	۶	تمہیدی گفتگو
۲۴	سایہ کا ثبوت قرآن سے	۷	ان اقسام ثلاثہ میں سے افضل
۲۵	نوری مخلوق کا سایہ	۷	کون ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
۲۶	مسئلہ علم غیب	۸	کافیصلہ
۳۰	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مذہب	۹	علامہ ابن الملک اور صاحب الصابیح
۳۲	واقعہ نمبر ۱	۱۰	کافیصلہ
۳۳	واقعہ نمبر ۲	۱۱	دلائل برافضلیت بشر
۳۴	واقعہ نمبر ۳	۱۱	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ
۳۶	پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ	۱۲	اصل مسئلہ
۳۷	عبارات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ	۱۸	ذیل میں اس جواب کے دلائل
۳۹	امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۹	ملاحظہ ہوں
۵۰	اشکال	۲۰	اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
۵۲	مسئلہ حاضر ناظر	۲۲	فقہ حنفی
			تصریحات علماء
			لمحہ فکریہ
			لطفہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۹	مسئلہ مختار کل	۵۴	اللہ تعالیٰ کے حاضر ناظر ہونے کے دلائل
۷۰	تمام خزانوں کا مالک و متصرف صرف اور صرف اللہ ہے۔	۵۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جا حاضر ناظر ہونے پر دلائل
۷۱	تصرفات کے اختیار میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔	۵۶	پہلا دور اور دلیل
"	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان کہ میں نفع و نقصان کا مالک نہیں	۵۷	دوسرے دور کی دلیل
۷۲	بیٹا بیٹی دینے والا ہوں	۶۰	عقل سلیم کی باتیں
۷۳	مخلوق بے بس ہے	۶۲	دور ثالث کی دلیل
۷۵	ارشاد حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب	۶۳	ایک مغالطہ اور اس کا جواب
"	بشریت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۶۵	مسئلہ استعانت و پکار
"	علم غیب	۶۶	امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب و عقیدہ
۷۸	حضرت مولانا دیدار علی شاہ بریلوی کا ارشاد حاضر و ناظر کے بارے میں۔	۶۸	حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ کو پکارا
۷۹	ارشاد سیر مر علی شاہ صاحب کہ متصرف اور مدبر صرف اللہ ہے۔	۶۹	حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد کے لئے صرف اللہ کو پکارا۔
			حضرت ایوب علیہ السلام نے بھی مصیبت میں رب العالمین کو پکارا تھا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي جعل الارض قراشا للبشر وامر المخلوق التورتي
اي الملاطكة ورئيس النار اي ابليس ان يستعبد والتراي اي البشر
وختم على اقواه اعداء البشر بامرة للنبي صلى الله عليه وسلم بقوله قل انما
انا بشر مثلكم ويقول قل لا اقول لكم عندي خزائن الله ولا اعلم الغيب
ويقول قل اللهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء
وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير انا انا على كل شيء قدير ويقول
قل انما ادعوا ربتي ولا شرك به احد اقل اني لا املك لكم نصرا ولا رشدا في فضل
الصلوات والتسليمات على من قلع دابر الشرك والكفر بالبدعت وهدي الناس
الى الملة التي هدانا القيمه محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم فضل
البشر سيد وخاتم الانبياء وعلى اله واصحابه اجمعين ، اما بعد
فاظنن كرام !

اس بات کا استرات ہر ایک کو ناگزیر ہے کہ اس دور پر فتن میں سب
سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں کے اساسی اور بنیادی عقائد کی
دفاع کی جائے ، شرک و کفر کے دلدل میں گرنے سے ممکن حد تک بچاؤ کی
کوشش کی جائے ، سادہ لوح مسلمانوں کو کند نفس میں جکڑے ہوئے نام نہاد
گدی نشینوں ، پیروں اور مولویوں کے شکنجہ سے آزادی دلا کر قرآن و سنت
کی شہیدانی بنانے کی ہر ممکن سعی کی جائے ۔

۱۔ اس ضرورت کو پورا کرتے ہوئے علماء حق نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق بڑی بڑی ضخیم کتابیں تحریر فرمائیں، عقائد کے تمام مسائل پر سیر حاصل بحث کی، اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائیں اور ان کو جزا و خیر عطا فرمائیں۔

چونکہ ان حضرات کی کتابوں سے قلیل الفرصت حضرات کے لئے نفع حاصل کرنا دشوار تھا، دنیا کے مشاغل سے اتنی موٹی کتاب کے مطالعہ کی فرصت کہاں، اس وجہ سے یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ان کتابوں کا پچوڑ بطور خلاصہ عام فہم انداز میں پیش کیا جائے، تاکہ ہر ایک کے لئے اس سے مستفید ہونا سہل و آسان ہو جائے۔

بندہ نے سرپرست رسالہ بنام ”پانچ مسائل“ کو بتوفیق ایزدی ترتیب دیا ہے جس میں بنیاد و بشر، علم غیب، حاضر ناظر، مختار کل اور غیب اللہ سے استعانت پانچوں مسائل ہیں۔ اور ہر مسئلہ کو دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے۔ نیز بعض مسائل کی ابتداء میں کچھ تمہیدی گفتگو اور آخر میں کچھ اشکالات اور دلائل کے اختتام پر فوائد کے نام سے کچھ ایضاحات کے ذریعہ اہل خرد و عقل کو دعوتِ فکر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ قارئین کرام کو ٹھنڈے دل سے ان پر سوچنے اور فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس سعی ناتمام کو قبول فرما کر بھٹکے ہوئے گمراہوں کی ہدایت کا ذریعہ بنادیں۔ آمین ثم آمین

تمہیدی گفتگو

اللہ تعالیٰ خالق ہے اور پوری کائنات مخلوق، اور مخلوق کی دو قسمیں ہیں۔ ذوی العقول (عقل والی مخلوق) اور غیر ذوی العقول (بے عقل)

پھر ذوی العقول کی تین قسمیں ہیں، (۱) نوری مخلوق (۲) ناری مخلوق (۳) خاکی مخلوق۔

نوری مخلوق ملائکہ ہیں جو خالص نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔
ناری مخلوق جنات ہیں جو خالص آگ سے پیدا کئے گئے ہیں۔
خاکی مخلوق انسان اور بشر ہے جو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔
ذوی العقول کی اقسام ثلاثہ کی دلیل :

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقت الملائكة من نور وخلق الجن من نار وخلق آدم مما وصف لكم (رواہ مسلم) (مشکوٰۃ باب بدء الخلق ص ۵)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں، اور جن آگ کے شعلے سے، اور آدم علیہ السلام

(مٹی) سے جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

فائدة : اس حدیث سے صراحت ثابت ہو رہا ہے کہ ذوی العقول مخلوق ہیں سے ایک قسم نوری جس کو فرشتے کہا جاتا ہے، دوسری ناری جس کو جنات کہا جاتا ہے، تیسری خاکی جو انسان اور بشر ہے۔

ان اقسامِ ثلاثہ میں سے افضل کون ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ

عن العباس بن رافع عن النبي صلى الله عليه وسلم
فكانه سمع شيئا فقام النبي صلى الله عليه وسلم على المنبر فقال من انا
فقالوا انت رسول الله قال انا محمد ابن عبد الله بن عبد المطلب انت الله
خلق الخلق فجعلني في خيرهم ثم جعلهم فرقتين فجعلني في خيرهم فرقة
ثم جعلهم قبائل فجعلني في خيرهم قبيلة ثم جعلهم بيوتا فجعلاني في
خيرهم بيتا فانا خيرهم نفسا وخيرهم بيتا (رواه الترمذي مشكوة ص ۵۳)

ترجمہ : حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ
آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے پس گویا کہ
انہوں نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کے بارے میں کچھ تشنیع
کے کلمات) سنے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر
لوگوں سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے
جواب دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(اس پر) فرمایا کہ میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں ،
یقیناً اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے ان میں سے
سب سے بہتر مخلوق (یعنی انسان) میں سے بنا دیا ، پھر اس
بہتر مخلوق (یعنی انسان) کی دو جماعتیں (یعنی عرب و عجم)
بنادیں اور مجھے ان میں سے بہتر جماعت (یعنی عرب) میں
سے بنا دیا ، پھر اس بہتر جماعت (یعنی عرب) کے متعدد قبیلے
بنادیے اور مجھے سب سے بہتر قبیلہ (یعنی قریش) میں سے
بنادیا ، پھر اس بہتر قبیلہ (یعنی قریش) کو مختلف خاندانوں میں
تقسیم کیا اور مجھے سب سے بہتر خاندان (بنی ہاشم) میں سے بنامیا
پس میں ذاتی صفات کے اعتبار سے بھی ان سب سے بہتر ہوں اور
خاندان (ونسب) کے اعتبار سے بھی سب سے افضل و بہتر ہوں۔

فائدہ : قارئین کرام ! ذرا غور اور ٹھنڈے دل سے اس حدیث کو پڑھیے
اس میں کس وضاحت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان اور بشر کو تمام
مخلوق پر فضیلت دی ہے ۔ گویا اس حدیث سے ایک تو بشر کا تمام مخلوق
سے افضل ہونا صراحت سے ثابت ہوا اور دوسری بات یہ بھی ثابت ہوئی
کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان اور بشر ہیں ، بلکہ بشر کے اعلیٰ و ارفع طبقہ
میں سے ہیں ۔ اور بشر کے اس طبقہ میں ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فخر ہے ۔
افسوس ! جس مقام کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر اور فضیلت
کا مقام سمجھا ہے ، آج کے نادان عاشق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اعلیٰ

وارف مقام بشریت سے گرانے کو فخر سمجھتے ہیں۔

علامہ ابن الملک اور صاحب المصابیح کا فیصلہ

قال ابن الملك اى لا يستوى البشر والملائكة في الكرامة والقربة بل كرامة البشر اكثر ومنزلته اعلى وهذا من جملة ما يستدل به اهل السنة في تفضيل البشر على الملك۔

(وبعد اسطر) قال صاحب المصابيح في تفسير قوله تعالى وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ الْاَوَّلَىٰ اِنْ يُقَالَ عَوَامُ الْمُؤْمِنِينَ اَفْضَلُ مِنْ عَوَامِ الْمَلَائِكَةِ وَخَوَاصُّ الْمُؤْمِنِينَ اَفْضَلُ مِنْ خَوَاصِّ الْمَلَائِكَةِ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۹ ج ۱۱)

ترجمہ : علامہ ابن الملک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بشر اور فرشتے عظمت اور قرب میں برابر نہیں، بلکہ بشر کی عزت فرشتوں سے بہت زیادہ ہے اور بشر کا مقام ان سب سے بہت بلند ہے، اور یہ (روایت جس کے تحت مرقاۃ میں یہ تحریر موجود ہے) ان دلائل میں سے ہے جن سے اہل السنۃ فرشتوں پر بشر کی فضیلت ثابت کرتے ہیں۔

اور صاحب مصابیح نے فرمایا کہ عوام مؤمنین (بشر) عوام ملائکہ سے افضل ہیں اور خواص مؤمنین (بشر) خواص ملائکہ سے افضل ہیں۔

فائدہ : ان عبارتوں سے بھی واضح ہو گیا کہ یہ ہمارا سب کا اجماعی عقیدہ ہے کہ بشر فرشتوں سے افضل اور بلند مقام والے ہوتے ہیں۔

دلائل برافضلیت بشر

اختصار کے طور پر صرف دو دلیلوں پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ ان کے علاوہ اور دلائل بھی ہیں۔

دلیل اول :

بشر مسجود ہے اور نوری ساجد، اور مسجود ساجد سے افضل ہوتا ہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے، اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خٰلِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهُ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سَجْدًا یَّوْمَ تَسْجُدُ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اٰجِعُوْنَ ۝ (ص ۲۸ : ۷۱ تا ۷۲)

ترجمہ : جبکہ تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا بے شک میں بشر کو مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں، پس جب اسے برابر کر لیا اور اس میں روح پھونک لوں پس تم اسے سجدہ کرنا، پس جمیع ملائکہ نے جمع ہو کر سجدہ کیا۔

فائدہ : نوری نے سجدہ کیا اور ناری مخلوق کے جدِ اکبر نے تکبر کر کے سجدہ نہیں کیا اور بشر کو حقیر سمجھا تو راندہ درگاہ بن گیا اور حقدار لعنت ہوا۔

کاش آج کے یارِ نوگ بھی قرآن کریم کی اس فضیلتِ بشر کو دیکھ کر کہ بشر کو عظیم مکرم محترم سمجھتے اور اس کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھتے اور

عقیدہ بنالیتے کہ بشر نوری سے افضل ہے۔
دلیل دوم :

بشر کے پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ نے فخر کا اظہار کیا، فرمایا : **الْمَرْحُومُ**
عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَاقِ الْإِنْسَانَ عِلْمَهُ الْبَيَانُ۔ (الرحمن ۵۵ : ۴۷۲)
ترجمہ : رحمن نے قرآن سکھایا ہے انسان کو پیدا کیا سے بڑا
سکھایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ

صحیح بخاری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل کیس پشتوں تک
نسب نامہ موجود ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف
بن قصی بن کلاب بن مرہ ابن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نصر
بن کنانہ بن خزیمہ بن مدکرہ بن الیاس ابن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

صحیح بخاری باب بحث النبی صلی

اصل مسئلہ

اس تمہید کے بعد اصل مسئلہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں یا بشر؟ کی
طرف آتے ہیں جس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذات، نوع اور جنس
کے اعتبار سے انسان، آدمی اور بشر ہیں بلکہ فضل البشر ہیں اور ہدایت کے
اعتبار سے نور ہیں کہ جس طرح نور سے تاریکی ختم ہو جاتی ہے اسی طرح کفر،

شُرک اور گمراہی کی ظلمتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے نور سے کافور ہو گئیں۔

ذیل میں اس جواب کے دلائل ملاحظہ فرمائیں

قارئین کرام چونکہ ہم نے اس رسالہ میں اختصار سے مسئلہ پر روشنی ڈالنے کا قصد کیا ہے اس وجہ سے صرف دو دلیلیں قرآن کریم سے پیش کی جائیں گی۔ اور صرف دو حدیثوں پر مکتفا کیا جائے گا اگرچہ قرآن و حدیث کے دلائل اس مسئلہ پر کثیر مقدار میں ہیں۔

دلیل اول :

مَعْنَى إِسْرَائِيلَ
قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا (۹۳: ۱۷)
ترجمہ : کہہ دیجئے کہ میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر رسول ہوں۔

فاصلہ : اس آیت میں ایک سوال کا جواب ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ اہم سابقہ کی طرح اہل عرب کا بھی خیال یہ تھا کہ جو اللہ تعالیٰ کا رسول ہو اسے ضرور ایک دیوتا ہونا چاہیے یعنی اس میں خدائی صفات (الوہیت) کا ہونا ضروری ہے، ایک انسان کا اللہ کا رسول ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ چنانچہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کے لئے حسب ذیل شرائط پیش کیں۔

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ حَتَّىٰ تَنْفَجِرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَدْبُورُ عَنَّا
أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ دُونِ الْخَيْلِ وَرَعْنَبٌ فَتَقْجِرَ الْأَكْمَامَ خِلَافَهَا

تَفْجِيًا اَوْ تَمْطِطُ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتُمْ عَلَيْنَا كِسْفًا اَوْ تَلْقَىٰ بِاللّٰهِ
وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا اَوْ يَكُوْنُ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ ذُرْحِمٍ اَوْ تَرْقَىٰ فِي
السَّمَاءِ وَكُنْ مَوْمِنًا لِّرُقِيَّتِكَ حَتّٰى تُنَزَّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقُصُّوْكَ
(بنی اسرائیل ۹۳: ۱۷)

ترجمہ : اور انھوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک تم پر ایمان نہیں لائیں
گئے جب تک تم ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ نہ جاری کر دو یا
تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس میں تم نہریں
جاری کر دو یا جیسا کہ تمہارا خیال ہے کہ ہم پر آسمان کا کوئی
ٹکڑا اگر اُدو یا خدا اور فرشتوں کو ہمراہ لے آؤ یا تمہارا ایک
سونے کا مکان ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور تمہارا آسمان
پر چڑھنے کا بھی ہم اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب
تک کہ وہاں سے ایک کتاب نہ لے آؤ جسے ہم خود پڑھ لیں۔

اُن کے ان مطالبات کا اگرچہ پورا کر دینا اللہ تعالیٰ کے لئے محال
اور ناممکن نہیں تھا لیکن اللہ جل شانہ نے ان کے مطالبات میں سے کوئی
ایک مطالبہ پورا کر دینے کے بجائے اپنے مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم
سے فرمایا کہ ان سے کہہ دو : سُبْحَانَ رَّبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلُكُمْ
کہ میرا رب پاک میں تو صرف ایک بشر رسول ہوں اس جواب سے یہ
بتانا مقصود تھا کہ تمہارا یہ نظریہ غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رسول کوئی دے دیا
الہ ہوتی (خدائی) کا مالک ہوتا ہے بلکہ رسول تو محض ایک بشر ہوتا ہے۔

جو قرآن نبوت و رسالت کو سراسر انجام دیتا ہے کوئی دیوتا اور اللہ نہیں ہوتا جو اپنی خدا کا طاقتوں کا مظاہرہ کرتا پھرے۔

پھر اہل عرب کا خیال یہ بھی تھا کہ چلو، خدا کا رسول کوئی دیوتا نہ سہی کم از کم کوئی ایک فرشتہ اور نوری ہی ہو۔ آخر ایک بشر کو رسول بنانے کی کیا تک؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس تصور باطل کی یوں تردید فرمائی،

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ
قَالُوا آتَيْنَا اللَّهَ بَشَرًا مِّثْلَ سُلَاحٍ قُلْ كُنَّا نَمْنَعُكُمْ
يَمْسُورَ مُظْمِرِينَ لَنَزِّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا مِّثْلَ سُلَاحٍ
ترجمہ: اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آئی تو ان کو ایمان لانے سے باز نہیں رکھا مگر اس خیال نے کہ کیا خدا نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ کہہ دو کہ اگر زمین پر فرشتے ہوتے تو ہم آسمان سے کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر اتارتے۔

چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے حکم فرمایا کہ آپ اپنی بشریت کا نہایت واضح الفاظ میں اعلان کر دیں اور ساتھ ہی اپنی رسالت کا بھی اعلان کر دیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ بشریت و رسالت کا اجتماع نہ صرف عین ممکن بلکہ ایک حقیقت واقعہ ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَىَّ أَنْتُمُ الْهَادُونَ

وَاحِدٌ - (کہف ۱۸-۱۱)

ترجمہ: کہہ دو کہ میں بھی تمہاری ہی طرح کا بشر ہوں
مجھ پر وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

دلیل دوم:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ

ترجمہ: اے ہمارے پالنے والے بھیج دے انہیں ایک ایسا
رسول جو انہیں سے ہو اور جو تیری آیتیں ان پر پڑھے۔

فائدہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہے کہ میں اپنے
باپ ابراہیم علیہ السلام کی دُعا ہوں۔ (الحدیث)

آیت بالا میں اس دُعا کا بیان ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ جب
ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام دونوں تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے اور
میت اللہ کی تعمیر کا کام مکمل ہوا تو اس وقت ابراہیم علیہ السلام نے یہ
دعا مانگی تھی۔ یا اللہ! میری اولاد (یعنی بشر) میں ایک ایسا رسول
بھیج جو ان (یعنی بشر) میں سے ہو تاکہ ان پر قرآن پڑھے، کتاب اور
حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ (رَسُولًا
مِّنَ الْمَلَائِكَةِ وَالْمَخْلُوقِ النُّورِيِّ) کہ فرشتہ اور نوری کو بھیج دے، بلکہ
فرمایا ان میں سے کسی بشر کو رسول بنا کر بھیج۔

اس مضمون کی دیگر آیتیں یہ بھی ہیں مثلاً

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا

مِّنْ أَقْفُسِهِمْ (ال عمران) ۱۶۴: ۳

ترجمہ: البتہ تحقیق ایمان داروں پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا جبکہ ان میں ان کی جنس سے رسول بھیج دیا۔

فائدہ: یہاں مومنین سے بشر اور انسان مراد ہیں۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ (جمہ ۶۲: ۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے اُمیوں میں ان

کی جنس کا رسول بھیج دیا۔

فائدہ: یہاں بھی اُمیوں سے مراد بشر اور انسان ہیں۔

حدیث نمبر ۱: فقال انما انا بشر اذا امرتكم بشيء من دينكم

فخذوا به واذا امرتكم بشيء من رايي فاما انا فبشر (رواه مسلم ۲۶۴۲)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تأبیر نخل سے اہل مدینہ

کو روکا تھا تو اس سال کھجور کی فصل دوسرے سالوں کی

بنسبت بہت کم ہوئی تو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

سامنے اس کا ذکر کیا۔

پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسیں شک

نہیں کہ میں بشر ہوں، جب میں تم کو تمہارے دین کی

بات کا حکم کروں تو تم محفوظ کر لیا کرو، اور جب میں تم کو

اپنی رائے سے حکم کروں، پس جزایں نیست کہ میں بشر

ہوں۔

فائدہ : خط کشیدہ جملوں کو بار بار غور سے پڑھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت سے اعلان فرما رہے ہیں کہ میں بشر ہوں۔ کیا قیامت تک کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح ایک ارشاد بھی پیش کر سکتا ہے جس میں بشریت کا انکار ہو؟

حدیث نمبر ۲ : عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخصف نعلہ ویخیط ثوبہ ویعمل فی بیتہ کما یعمل احدکم فی بیتہ وقالت کان بشرًا من البشر یغلی ثوبہ ویصلب ویخدم نفسه (رواہ الترمذی مشکوٰۃ شریف ص ۵۵)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا رسیا کرتے تھے، اپنا کپڑا رسیا کرتے تھے، اور اپنے گھر میں اسی طرح کام کیا کرتے تھے جس طرح تم کام کیا کرتے ہو، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر میں سے ایک بشر تھے، بکری خود دوہتے تھے اور اپنے وجود کی خدمت کیا کرتے تھے۔

فائدہ : ہے کوئی بہادر، شیعوں کا بھائی جو ائمہ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بشریت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے گستاخ رسول کہہ کر... سے خارج کر کے وہابیوں کی قہر شہت میں داخل کرتے ہوئے وہابیہ کہے۔

کیا ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں تھی؟ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان کی محبت کم تھی لہذا گستاخی کر گئیں اور ہماری محبت زیادہ ہے لہذا ہم بشر کہہ کر گستاخی نہیں کرتے؟

ام المؤمنین نے تو مسئلہ ہی حل کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور بشریت کو حقارت کی نظر سے دیکھنا توہین ہے۔ راہِ حق کے طالب کیلئے ام المؤمنین کا یہی ایک ارشاد کافی ہے اگر غور کر کے عقل سے کام لیں اور ضدی ہٹا دھرم کیلئے ہزار دلائل بھی بے سود ہیں،

اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قال كنت اكتب كل شيء رسول الله صلى الله عليه وسلم اريد حفظه فنهتني قریش وقالوا انك تكتب كل شيء ورسول الله صلى الله عليه وسلم بشر يتكلم في الغضب والرضى فامسكت عن الكتاب فذكرت ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فأنما بأصبعه الى فيه فقال اكتب فوالذي نفسي بيده ما يخرج منه الا حق (ابوداؤد)

» حضرت عبد اللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں جو بھی چیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا اسکو حفاظت کے ارادے سے لکھ لیتا تھا تو قریش نے مجھے منع کیا اور کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان ہیں کبھی غصے کی حالت میں کلام فرماتے ہیں اور کبھی رضامندی کی حالت میں۔ تو میں لکھنے سے رک گیا پھر میں نے یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی سے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: لکھیں قسم اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے

اس منہ سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔

فقہ حنفی

ویشترط لصحة الايمان به صلى الله عليه وسلم معرفتنا اسمه اذ لا تتم المعرفة الا به وكونه بشرا من العرب (ملخص على مراقب الفلاح ص ۶۵)
 ترجمہ : ایمان کی درستگی کی شرائط میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام جاننا ضروری ہے اس لئے کہ اس کے بغیر معرفت تام نہیں ہوتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل عرب میں سے بشرانہ بھی ضروری ہے۔

تصریحات علماء

① فمحمّد صلى الله عليه وسلم وسائر الانبياء والرسل من البشر (شفاء قاضی عیاض ص ۱۶۵)

ترجمہ : حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بقیہ تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام بشر ہیں ہی میں سے تھے (کوئی بھی نوری اور ناری نہیں تھا)۔

② من قال انه لم يكن بشرا اذميا فكل ذلك نص العلماء على كفر قائله ومذمومه - (مطالع المسرات ص ۳۹۹)
 ترجمہ : جس نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر اور آدمی نہیں تھے

تو ایسے قول کے قائل اور مدعی (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر اور آدمی نہ جاننے والے) کے خلاف علماء نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

③ مولانا امجد علی اعظمی رضوی، بریلوی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہو نہ عورت (بہار شریعت ص ۱)۔
 ④ مفتی احمد یار بریلوی لکھتے ہیں: اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کافروں سے مخاطب ہو کر یوں فرمائیں، ”اے کفار تم مجھ سے گھبرائو نہیں، میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں۔“
 (جاء الحق ص ۱۶۲)

⑤ شیخ الحدیث حضرت مفتی اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی تحریر فرماتے ہیں جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا سرے سے انکار کرتے ہیں، وہ نصوص قطعیہ کے منکر و کافر ہیں اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اور متصف الصفات نور نہیں مانتے وہ دلائل واضحہ اور براہین ساطعہ جلیلہ و جمیلہ سے غافل ہو کر گمراہی کے اندھے کوئیں میں گر جاتے ہیں۔
 (بشریت و رسالت ص ۷۷)

لمحہ فکریہ

اگر بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے پر قرآن و حدیث اور فقہ سے کوئی دلیل نہ ہوتی تب بھی مالک خرد و عقل کے لئے اہتدایں

جو دو باتیں بطور تمہید لکھی گئی ہیں کافی ہیں اگر ان پر ٹھنڈے دل سے سوچا جائے تو اس نتیجے پر پہنچنا کچھ دشوار نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان اور بشر ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب یہ بات واضح ہو گئی کہ خالق ارض و سماء کی ذوی العقول مخلوق کی تین قسمیں ہیں۔ نوری، ناری اور خاکی اور سب سے افضل و اشرف خاکی اور بشر ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اشرف الکائنات، سرور کائنات افضل الکائنات بشروی کی جنس میں سے ہو سکتے ہیں کسی اور جنس سے نہیں ہو سکتے اس لئے کہ نوری جنس میں ہونے سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متفقہ عظمت اور مرتبت کا انکار لازم آتا ہے۔

لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اشرف الکائنات ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اشرف المخلوقات کی جنس میں سے ہو جو کہ بشر اور انسان ہے۔

اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ صحیح روایات کے مطابق اکیس پشتوں تک انسانوں اور بشروں میں ثابت ہے تو اس سے ہر وہ شخص جو سر میں ذرا سا دماغ اور دماغ میں ذرہ برابر شعور رکھتا ہو، یاسانی سمجھ سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں سے ایک انسان اور بشر ہیں، نہ تو جن ہیں اور نہ نورانی مخلوق یعنی فرشتہ، ورنہ پھر اپنا نسب نامہ خاکی کے بجائے نوری مخلوق میں

بیان فرماتے، اذ لیس فلیس، اور میں تو کہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں اور بشروں میں سے ہونے پر فخر فرمایا، مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انتے اللہ اصطفیٰ کنانۃ من ولدا اسمعیل واصطفیٰ قریشا من کنانۃ واصطفیٰ من قریش بنی ہاشم واصطفیٰ من بنی ہاشم (رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۱)

ترجمہ: کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو چنا اور اولاد کنانہ سے قریش کو چنا اور اولاد قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو منتخب فرمایا۔ اور ایک روایت افضلیت بشر علی الجن والملك میں گزری ہے۔

لطیفہ

اسلام سے قبل مشرکین کا نظریہ اور آج کے عاشق کے نظریہ میں صرف تقدم اور تاخر کا فرق ہے اس کے سوا کوئی فرق نہیں۔
مشرک بشر کو مقدم اور رسول کو مؤخر کر کے کہا کرتے تھے کہ بشر رسول نہیں ہو سکتا ہے سورہ بنی اسرائیل میں ایسے مشرکوں کے متعلق مذکور ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے نہایت حیرت اور تعجب کے ساتھ کہتے، ابْعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا مِّثْلَ سُلَیْمَانَ (کیا خدا نے ایک بشر

کو رسول بنا کر بھیجا)

اور آج کا نام نہاد عاشق، رسول کو مقدم اور بشر کو مؤخر رکھ کر کہتا ہے کہ رسول بشر نہیں ہو سکتا۔ دونوں کے قول میں صحت تقدم و تاخر کا فرق ہے حقیقت اور حاصل دونوں کا ایک کہ بشریت اور رسالت میں تضاد ہے۔

ظِلِّ الْحَبِيبِ

بعض لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجسم نور ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی وجہ سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا اور جس کا سایہ نہیں ہوتا وہ نور ہوتا ہے لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔

اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے کہ سرے سے یہ بات ہی غلط ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا بلکہ تھا۔ دوسری بات یہ کہ سایہ نہ ہونا نور ہونے کی دلیل ہے یہ بھی درست نہیں جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

سایہ کا ثبوت قرآن سے

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظُلُمًا مِّنْ بِالْغُدُوِّ وَالْاَصَالِ (الرعد ۱۳: ۱۵)

ترجمہ : زمین و آسمان میں رہنے والی ہر مخلوق خوشی ،
ناخوشی اللہ تعالیٰ ہی کے رُوبرو جھکتی ہے نہ صرف وہ بلکہ
ان کے سائے بھی صبح و شام اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں ۔

تفسیر : امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں
رمطراز ہیں : قال المفسرون كل شخص سواء كان مؤمناً أو كافراً
فان ظله يسجد لله قال مجاهد ظل المؤمن يسجد لله طوعاً و هو طائع و
ظل الكافر يسجد لله كرهاً و هو كاره - (تفسیر کبیر ص ۳۱ ج ۱۹)

ترجمہ : مفسرین حضرات نے فرمایا ہے کہ ہر شخص مؤمن ہو یا کافر اس کا سایہ اللہ
کیلئے سجدہ کرتا ہے ، مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ مؤمن کا سایہ اختیاری سجدہ کرتا ہے
اور وہ مؤمن اس پر خوش ہوتا ہے اور کافر کا سایہ جبری سجدہ کرتا ہے اور وہ کافر اسے ناپسند کرتا ہے
فائدہ : ناظرین خود فیصلہ کریں کہ اس آیت میں جو ہر مخلوق کے سایہ
کا ذکر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں داخل ہیں یا نہیں ؟ اور
مفسر کبیر نے جو مؤمن اور کافر ہر ایک کے سایہ کا ذکر کیا ہے کیا
مؤمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ؟

اگر اس آیت اور تفسیری حوالہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی آیت
قرآنیہ یا کسی معتبر مفسر نے مستثنیٰ کیا ہو تو ذرا ہمت کر کے کوئی بتلا دے
اس قسم کے مضمون کی اور بھی کئی آیتیں ہیں لیکن اختصار کی وجہ
سے سردست اسی پر اکتفا کیا ہے ۔

حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے کہ اچانک حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا اتفاق سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک سواری زائد تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اپنی زائد سواری صفیہ کو دیدو، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ کیا اس یہودیہ کو دوں پس اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے، اور ذی الحجہ اور محرم دو مہینے یا تین مہینے مسلسل ان کے پاس نہ آئے یہاں تک کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے باطل مایوس ہو گئیں اور اپنا سامان وغیرہ منتقل کر نیکابھی ارادہ کر لیا۔ فرماتی ہیں مگر فبینا انا یوماً بنصف النہار اذا انا بطل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقبلاً۔ (مسند امام احمد بن حنبل ج ۶)

اچانک ایک دن کیا دیکھتی ہوں کہ دو پہر کا وقت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک آ رہا ہے۔

فاطمہ : غور کیجئے اس حدیث میں انا بطل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنا واضح فقرہ ہے۔

نوری مخلوق کا سایہ

یہ کہنا کہ نوری مخلوق کا سایہ نہیں ہوتا غلط ہے کیونکہ صحیح حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم کا یہ ارشاد صراحتاً ثابت ہے کہ مازالۃ الملائکۃ تظلمہ
 باجنحتہا حتی رفعتموہ (بخاری شریف کتاب الجنائن)
 یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت عبد اللہ
 رضی اللہ عنہ جو غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے فرشتوں نے اپنے
 پروں سے ان پر اس وقت تک سایہ کیے رکھا جب تک انکو معرکہ
 جنگ سے اٹھانیں لیا گیا۔

فائدہ : اس روایت سے معلوم ہوا کہ نوری کا بھی سایہ ہوتا ہے،

مسئلہ علم غیب

اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق میں سے انبیاء کرام علیہم السلام
 کو منتخب فرمایا۔ پھر تمام انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خوبیاں عطا فرمائیں جو اور کسی کو نہیں دیں اور
 علم و حکمت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے ممتاز فرمایا
 مگر کلی علم غیب جو خاصہ خداوندی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 کو شریک نہیں کیا گیا۔ قرآن کریم کی متعدد آیات اس پر صراحتاً
 دال ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی علم غیب نہ ذاتی طور پر دیا گیا۔ ہے
 اور نہ عطائی طور پر۔

اس مختصر رسالہ میں قرآن مجید کی آیات میں سے صرف ایک آیت
 اور اس کی مستند تفسیر ہر اکتفا کیا جاتا ہے جو سمجھ دار منصف مزاج

کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔

آیت قُلْ لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ

الْغَيْبِ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ (انعام ۶۴ : ۵۰)

ترجمہ : (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدائے تعالیٰ کے خزانے ہیں، اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

فائدہ ۵ : اس آیت سے تین مسئلے حل ہو گئے۔

① آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل نہیں۔

② کلی علم غیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔

③ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتہ اور نور نہیں بلکہ بشر اور انسان ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین باتوں کے اعلان کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

① اول یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کے تمام خزانوں کا مالک مختار نہیں ہوں

(اس اعلان سے پہلا مسئلہ حل ہو گیا)

② دوم یہ کہ میں تمام غیبوں کو نہیں جانتا ہوں (اس سے دوسرا

مسئلہ حل ہو گیا)

③ سوم یہ کہ میں فرشتہ نہیں ہوں (اس سے تیسرا مسئلہ حل ہو گیا)

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتہ اور نور نہیں بلکہ بشر ہیں)

شان نزول :

مستند تفسیر کے حوالہ سے اس آیت کی شان نزول کو ذکر کیا جاتا ہے تاکہ کوئی آیت کے صاف اور واضح اعلان میں معنوی تحریف کر کے یہ نہ کہہ دے کہ یہاں علم غیب ذاتی کی نفی ہے عطائی کی نہیں۔ اس لئے کہ شان نزول سے ہر ذاتی سمجھ رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ آیت میں علم غیب ذاتی اور عطائی دونوں کی نفی ہے۔

اب شان نزول نے پُٹنے !

مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو آپ ہمیں آئندہ حالات کی خبر دیں۔ تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی، مشرکین کا مقصد اس سوال سے صرف آئندہ واقعات و حالات معلوم کرنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ انکو ذاتی علم سے بتادیں یا عطائی علم کے ذریعے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں نفی فرما کر صاف اعلان کر دیا کہ میرے پاس آئندہ واقعات کا علم نہیں، نہ ذاتی طور پر نہ عطائی طور پر تاکہ میں تم کو بتا سکوں۔

امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

اِنَّ الْقَوْمَ كَانُوا يَقُولُونَ لَهٗ اِنْ كُنْتَ رَسُولًا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَلَا يَدْرِي اَنْ تَخْبِرَنَا عَمَّا يَقَعُ فِي الْمُسْتَقْبَلِ مِنَ الْمَصَالِحِ وَالْمَصَافِرِ حَتّٰى نَسْتَعِدَّ لِحَصِيْلِ تِلْكَ الْمَصَالِحِ وَلِنَقْضِ تِلْكَ الْمَصَافِرِ فَقَالَ تَعَالٰى قُلْ اِنِّىْ لَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ فَكَيْفَ تَطْلُبُوْنَ مِنْىْ هٰذَا الْمَطْلَبَ (تفسیر کی برص ۴۲۳ ص ۱۲)

ترجمہ : کافر کہتے تھے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہو تو ہمیں بتاؤ کہ آئندہ ہمیں کیا کیا فائدہ ہے اور نقصانات پہنچنے والے ہیں تاکہ ہم ان فوائد کو حاصل کرنے اور ان نقصانات سے بچنے کے لئے تیار ہو جائیں ، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہیں کہ میں غیب نہیں جانتا ہوں پس تم اس قسم کے مطالبات مجھ سے کیوں کرتے ہو۔

حدیث

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مفاتیح الغیب خمس لا یعلمها الا اللہ لا یعلم ما فی غد الا اللہ ولا یعلم ما تغیض الارحام الا اللہ ولا یعلم متى یاتی المطر احد الا اللہ ولا تدری نفس بای ارض تموت ولا یعلم متى تقوم الساعة الا اللہ (صحیح بخاری ص ۱۸۱ ج ۲)

ترجمہ : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مفاتیح الغیب (غیب کے خزانے) پانچ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ نمبر ۱۔ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا ہوگا۔ نمبر ۲۔ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں کہ ارحام میں کیا ہے (نر ہے یا مادہ ، سفید ہے یا سیاہ وغیرہ)

نمبر ۳۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی

مندرجہ کسی جاندار کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں مرے گا۔

مندرجہ۔ اور اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں کہ قیامت کب آئے گی۔

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان پانچ علوم کے جاننے میں اللہ تعالیٰ منفرد ہیں اور اس کے سوا ان چیزوں کا علم اور کسی کو نہیں نہ کسی برگزیدہ پیغمبر کو اور نہ کسی مقرب فرشتے کو، اور یہ عقیدہ دین میں اتنا ضروری اور اس قدر واضح اور قطعی ہے کہ اس کی مخالفت کرنے والا قرآن کا منکر سمجھا گیا ہے چنانچہ امام زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

من ادعی انہ یعلم شیئاً من ہذا الخمس فقد کفر بالقران العظیم (عمدة القاری شرح صحیح البخاری ص ۱۱۷ ج ۱)
ترجمہ : جس نے دعویٰ کیا کہ وہ ان امور خمسہ میں سے کسی ایک کو جانتا ہے تو اس نے قرآن کا انکار کیا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مذہب

ومن حدثنا انہ یعلم ما فی غیہ فقد کذب ثم قرات
وما تدری نفس ما ذا تکسب غدا۔ (صحیح البخاری فتح ۲)
ترجمہ : اور جس نے آپ کے سامنے یہ بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل کی بات جانتے ہیں اس نے جھوٹ کہا
اس کے بعد یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے) اور کسی نفس کو یہ علم نہیں کہ وہ کل کیا کریگا۔

فائدہ ۱۵: ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان بار بار پڑھئے اور عقل و دانش سے کام لیتے ہوئے انصاف سے فیصلہ کیجئے۔ خصوصاً ان کی دو باتوں کی طرف انتہائی توجہ کی ضرورت ہے۔

ایک یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو محبت تھی اور عشق تھا کیا کسی آجکل کے بناوٹی عاشق کے دل میں ہو سکتا ہے؟ باوجود کمالِ محبت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمِ غیب ہونے کا انکار کرتی ہیں، اگر یہ انکار گستاخی ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ہوتا جیسا کہ آجکل بعض نام نہاد مولویوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا ہے کہ فلاں انکارِ علمِ غیب کی وجہ سے گستاخِ رسول ہے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کبھی انکار نہ کرتیں۔ ان کے انکار نے تو واضح کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کل علمِ غیب ثابت کرنا گستاخی ہے، اور انکار ضروری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق ہے۔

دوسری بات یہ کہ ام المؤمنین نے آیت سے استدلال کر کے واضح کر دیا کہ علمِ غیب کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔

نیز عطائی کی تاویل بھی یہاں نہیں چل سکتی، اس لئے کہ یہاں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر ذاتی طور پر علم کا دعویٰ کرے تو جھوٹا ہے، عطائی طور پر کرے تو جھوٹا نہیں بلکہ وہ تو فرماتی ہیں کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے کسی نفس کو کچھ علم نہیں کہ وہ کل کیا کریگا۔

واقعہ نمبر ۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک سیاہ فام مرد یا عورت (راوی کو شک ہے) مسجد میں رہا کرتا تھا اور مسجد کی صفائی کیا کرتا تھا وہ مر گیا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی موت کا علم نہ ہوا، اتفاقاً ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے یاد فرمایا اور پوچھا اس آدمی کا کیا ہوا (کئی دنوں سے وہ دیکھنے میں نہیں آیا) تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ وہ تو فوت ہو چکا ہے تو فرمایا تم نے مجھے کیوں اطلاع نہیں دی؟ صحابہ نے کچھ ایسا جواب دیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ انھوں نے اس معاملہ کو معمولی سمجھا (اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں دی) اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو مجھے اس کی قبر بتاؤ، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی قبر پر تشریف لائے اور اسکی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

(صحیح مسلم ۱۰/۱۰۱، صحیح بخاری ۱۰/۱۰۱ واللفظہ)

فائدہ: اس واقعہ سے جہاں یہ واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی علم غیب نہیں تھا ورنہ خادم مسجد کی موت اور مقام قبر وغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہ ہوتے، وہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی علم غیب کمال عقیدہ نہیں تھا ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر کہتے کہ آپ

ہی ان علیہ السلام تو خود عالم الغیب ہیں، خادم کی موت کی خبر رکھتے ہیں ہمارے اطلاع کی کیا ضرورت تھی؟ اور ہر قبر میں تو آپ خود بنفس نفیس شریف بیجا تے ہیں تو وہاں سے بھی آپ کو پتہ چلا ہوگا کہ اس قبر میں تو ہماری مسجد کا خادم ہے، تو آپ ہم سے کیسے دریافت فرماتے ہیں؟ لیکن کسی ایک صحابی نے بھی یہ نہیں کہا، جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی طور پر عالم الغیب نہیں سمجھتے تھے۔

واقعہ نمبر ۲

صحیح بخاری میں موجود ہے کہ شروع میں قبیلہ رعل، ذکوان اور بنو لحيان کے کچھ لوگ (ایک سازش کے تحت) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور یہ ظاہر کیا کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں، آپ ہمیں امداد کے لئے کچھ آدمی مرحمت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باتوں پر اعتماد فرمایا اور انھیں مخلص مومن سمجھ کر انصار میں سے ستر آدمی ان کی مدد کے لئے ان کے ہمراہ روانہ فرما دیئے جو سارے کے سارے قرآن کے قاری اور نہایت ہی متقی تھے۔ چنانچہ جب وہ منافقین صحابہ کی اس جماعت کو ساتھ لیکر مقام بئر معونہ میں پہنچے تو ان سے دھوکا کیا اور سب کو شہید کر ڈالا۔ ان میں سے صرف ایک صحابی کعب بن یزید اور ایک اور آدمی کی جان بچی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خیر علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع

دی کہ وہ اپنے رب سے مل چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے
 حضرت افس رضى اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان قاریوں کے قتل پر
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا صدمہ اور رنج ہوا کہ اتنا کبھی نہیں ہوا۔
 ان کے قتل کے بعد ان ظالموں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورا ایک
 ماہ بد دعا کرتے رہے اور آپ نے فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے
 رکوع کے بعد ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی (صحیح بخاری ص ۸۶ ج ۲)
 (بحوالہ جواہر التوحید و تبرید النواظر)
 فاشدہ : اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے
 تو نہ ان منصوبہ بنانے والوں کی سازش میں آتے اور نہ جلیل القدر صحابہ
 ان دزدوں کے حوالے کرتے۔

واقعہ نمبر ۳

قصہ اِفکِ بہتان | صحیحین اور دوسری کتب حدیث میں یہ واقعہ
 غیر معمولی طویل تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اس کا مختصر بیان یہ ہے
 کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی المصطلق میں جس کو غزوہ
 مریسیح بھی کہا جاتا ہے ۳۰ سنہ میں تشریف لے گئے تو اہل بیت المؤمنین
 میں سے حضرت صدیقہ عائشہؓ ساتھ تھیں، حضرت عائشہؓ کا اونٹ
 جس پر ان کا ہودج (پردہ دار شغوف) ہوتا تھا اور چونکہ اس وقت
 احکام پردہ کے نازل ہو چکے تھے تو معمول یہ تھا کہ صدیقہ عائشہؓ اپنے

ہودج میں سوار ہو جاتیں پھر لوگ اُس ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھ
 دیتے تھے۔ غزوہ سے فراغت اور مدینہ طیبہ کی طرف واپسی میں ایک
 روز یہ قہقہہ پیش آیا کہ ایک منزل میں قافلہ ٹھہرا آخر شب میں کوچ سے
 کچھ پہلے اعلان کیا گیا کہ قافلہ روانہ ہونے والا ہے تاکہ لوگ اپنی اپنی ضرورتوں
 سے فارغ ہو کر تیار ہو جائیں۔ حضرت صدیقہ عائشہ کو قضا حاجت کی ضرورت
 تھی اُس سے فراغت کے لئے جنگل کی طرف چلی گئیں وہاں اتفاق سے ان کا
 ہار ٹوٹ کر گر گیا اس کی تلاش میں ان کو دیر لگ گئی، جب واپس اپنی جگہ
 پہنچیں تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے ان کے اونٹ کا قہقہہ یہ ہوا کہ جب
 کوچ ہونے لگا تو عادت کے مطابق حضرت صدیقہ عائشہ کا ہودج یہ سمجھ کر
 اونٹ پر سوار کر دیا گیا کہ حضرت صدیقہ اسیں موجود ہیں اٹھاتے وقت
 بھی کچھ شبہ اس لئے نہ ہوا کہ اس وقت حضرت صدیقہ عمر میں کم اور بدن
 میں خیف تھیں کسی کو یہ اندازہ ہی نہ ہوا کہ ہودج خالی ہے چنانچہ اونٹ
 کو ہانک دیا گیا۔ حضرت صدیقہ نے اپنی جگہ واپس آکر قافلہ کو نہ پایا تو
 بڑی دانشمندی اور وقار و استقلال سے کام لیا کہ قافلہ کتے پیچھے دوڑنے
 یا ادھر ادھر تلاش کرنے کے بجائے اپنی جگہ چادر اوڑھ کر بیٹھ گئیں اور
 خیال کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور رفقا کو یہ معلوم ہو گا
 کہ میں ہودج میں نہیں ہوں تو مجھے تلاش کرنے کے لئے یہاں پہنچیں
 گے، اگر میں ادھر ادھر کہیں اور گئی تو ان کو تلاش کرنے میں مشکل ہوگی
 اس لئے اپنی جگہ پر چادر میں لپٹ کر بیٹھ رہیں۔ آخر رات کا وقت

بھیا نبند کا غلبہ ہوا وہیں لیٹ کر آنکھ لگ گئی۔

دوسری طرف قدرت نے یہ سامان کیا کہ حضرت صفوان بن معطل صحابی جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی خدمت کے لئے مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ قافلہ کے پیچھے رہیں اور قافلہ روانہ ہونے کے بعد گری پڑی کوئی چیز رہ گئی ہو تو اس کو اٹھا کر محفوظ کر لیں، وہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے، ابھی روشنی پوری نہ تھی اتنا دیکھا کہ کوئی آدمی پڑا سوراہا قریب آئے تو حضرت صدیقہ عائشہ کو پہچان لیا کیونکہ انھوں نے پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے ان کو دیکھا تھا سہجپانے کے بعد انتہائی افسوس کے ساتھ ان کی زبان سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ نکلا، یہ کلمہ صدیقہ کے کان میں پڑا تو آنکھ کھل گئی اور چہرہ ڈھانپ لیا۔ حضرت صفوان نے اپنا اونٹ قریب لاکر بٹھا دیا۔ حضرت صدیقہ اس پر سوار ہو گئیں اور خود اونٹ کی نیل پکڑ کر پا پیادہ چلنے لگے یہاں تک کہ قافلہ میں مل گئے عبداللہ بن ابی بڑا خبیث منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا اس کو ایک بات ہاتھ لگ گئی اور کم بخت نے واہی تباہی بکنا شروع کیا اور بعض بھولے بھالے مسلمان بھی سنی سنائی باتوں سے متاثر ہو کر اسکا تذکرہ کرنے لگے۔ جیسے حضرت حسان حضرت مسطح مردوہ میں سے اور حضرت حمزہ عورتوں میں سے، تفسیر درمنثور میں بحوالہ ابن مردوہ حضرت ابن عباس کا یہی قول نقل کیا ہے کہ اعانہ اے عبداللہ ابن ابی حسان و مسطح و حمزہ۔

(جب اس منافق کے بہتان کا چرچا ہوا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے سخت ضد نہ پہنچا۔ صدیقہ عائشہ کو تو انتہائی صدمہ پہنچنا ظاہر ہی ہے عام مسلمانوں کو بھی اس سے سخت رنج و افسوس ہوا۔ ایک مہینہ تک یہی قصہ چلتا رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برادری اور بہتان باندھنے یا اس میں شریک ہونے والوں کی مذمت میں مذکورہ بالا آیات نازل فرمادیں جن کی تفسیر آگے آتی ہے قرآنی ضابطہ کے مطابق جس کا ذکر ابھی حد قذف کے تحت آچکا ہے، تہمت لگانے والوں سے شہادت کا مطالبہ کیا گیا وہ تو ایک بالکل ہی بے بنیاد خبر تھی گواہ کہاں سے آئے؟ نتیجہ یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت لگانے والوں پر شرعی ضابطہ کے مطابق قذف جاری کی، ہر ایک کو اسی اسی کوڑے لگائے۔ بزار اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مسلمانوں پر حد قذف جاری فرمائی مشط، حنہ، حسان۔ اور طبرانی نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عبد اللہ بن ابی منافق جس نے اصل تہمت گھڑی تھی اس پر دوہری حد جاری فرمائی پھر مومنین نے توبہ کر لی اور منافقین اپنے حال پر قائم رہے)۔

(بیان القرآن)

اس سفر سے واپس آنے کے بعد حضرت صدیقہ اپنے گھر لوگ کاموں میں مشغول ہو گئیں ان کو کچھ خبر نہیں تھی کہ منافقین نے انکے بارے

میں کیا خبریں اُڑائی ہیں؟ صحیح بخاری کی روایت میں خود حضرت صدیقہ کا بیان یہ ہے کہ سفر سے واپسی کے بعد کچھ میری طبیعت خراب ہو گئی اور سب سے بڑی وجہ طبیعت خراب ہونے کی یہ ہو گئی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ لطف و کرم اپنے ساتھ نہ دیکھتی تھی جو ہمیشہ سے معمول تھا، بلکہ اس عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ یہ رہا کہ گھر میں تشریف لائے اور سلام کرتے پھر باوجود چھ بیٹے کیا حال ہے؟ اور واپس تشریف لے جاتے تھے۔ مجھے چونکہ اس کی کچھ خبر نہ تھی کہ میرے بارے میں کیا خبر مشہور کی جا رہی ہے؟ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل کا راز مجھ پر نہ کھلتا تھا، میں اسی غم میں گھلنے لگی۔ ایک روز اپنی کمزوری کی وجہ سے مسطح صحابی کی والدہ ام مسطح کو ساتھ لیکر میں نے قضاہ حاجت کے لئے باہر جانے کا ارادہ کیا کیونکہ اس وقت گھروں میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ تھا جب میں قضاہ حاجت سے فارغ ہو کر گھر کی طرف آنے لگی تو ام مسطح کپاؤں انکی بڑی چادر میں الجھا اور یہ گرہ بٹریں، اس وقت ان کی زبان سے یہ کلمہ نکلا *تَعَسَ مِسْطَحٌ* یہ ایسا کلمہ ہے جو عرب میں بددعا کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس میں ماں کی زبان سے اپنے بیٹے مسطح کے لئے بددعا کا کلمہ سن کر صدیقہ عائشہ کو تعجب ہوا، ان سے فرمایا کہ یہ بہت بُری بات ہے تم ایک نیک آدمی کو بُرا کہتی ہو جو غزوہ بدر کا شریک تھا یعنی ان کا بیٹا، مسطح، اس پر ام مسطح نے تعجب سے کہا کہ بیٹی کیا تم کو خبر نہیں کہ مسطح میرا بیٹا کیا کہتا پھرتا ہے؟

میں نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے؟ تب اُن کی والدہ نے مجھے سہارا دیا، اقعہ اہل
 اہل کی چلائی ہوئی تہمت کا اور مسلح کا اس میں شریک ہونا بیان کیا صدیقہ
 فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میرا مرض دوگنا ہو گیا جب میں گھر میں واپس آئی اور
 حسب معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے سلام کیا اور مزاج
 پُرسی فرمائی تو صدیقہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب
 کی کہ اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں اپنے اجازت دیدی۔ منشا یہ تھا کہ
 والدین سے اس معاملہ کی تحقیق کریں۔ میں نے جا کر والدہ سے پوچھا،
 انہوں نے تسلی دی کہ تم جیسی عورتوں کے دشمن ہوا کرتے ہیں اور ایسی
 چیزیں مشہور کیا کرتے ہیں تم اس کے غم میں نہ پڑو خود بخود معاملہ صاف
 ہو جائے گا۔ میں نے کہا، سبحان اللہ! لوگوں میں اس کا چرچا ہو چکا میں
 اس پر کیسے صبر کروں؟ میں ساری رات روتی رہی، نہ میرے آنسو تھکے
 نہ آنکھ لگی۔ دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس خبر
 کے پھیلنے سے سخت غمگین تھے اور اس عرصہ میں اس معاملے کے متعلق
 کوئی وحی بھی آپ پر نہ آئی تھی اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اُسامہ
 بن زید، یہ دونوں گھر کے ہی آدمی تھے ان سے مشورہ لیا کہ ایسی حالت
 میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ حضرت اُسامہ بن زید نے تو کھل کر عرض کیا کہ
 جہاں تک ہمارا علم ہے ہمیں عائشہ کے بارے کوئی بدگمانی نہیں۔ انکی
 کوئی بات ایسی نہیں جس سے بدگمانی کی راہ پیدا ہو۔ آپ ان افواہوں کی
 کچھ پروا نہ کریں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے (آپ کو غم و اضطراب سے

بچائے کئے لئے) یہ مشورہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کچھ سختی نہیں فرمائی
 اگر افواہوں کی بنا پر عائشہ کی طرف سے کچھ تکذّر طبعی ہو گیا ہے تو
 عورتیں اور بہت ہیں۔ اور آپ کا یہ تکذّر اس طرح بھی رفع ہو سکتا ہے
 کہ بریرہ جو صدیقہ عائشہ کی کینز ہیں ان سے انکے حالات کی تحقیق
 فرما لیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ سے پوچھ کر کچھ
 فرمائی، بریرہ نے عرض کیا کہ اور تو کوئی بات عیب کی مجھے ان میں نظر
 نہیں آئی، بجز اس کے کہ نو عمر لڑکی ہیں بعض اوقات آٹا گوندھ کر رکھ
 دیتی ہیں خود سو جاتی ہیں بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے (اس کے بعد
 حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ دینا اور بر سر منبر تہمت
 گھڑنے والوں اور افواہ پھیلانے والوں کی شکایت کا ذکر فرمانا اور طویل
 قصہ مذکور ہے۔ آگے کا مختصر قصہ یہ ہے کہ) صدیقہ فرماتی ہیں کہ مجھے
 یہ سارا دن پھر دوسری رات بھی مسلسل روتے ہوئے گزری میرے والدین
 بھی میرے پاس آگئے تھے وہ ڈر رہے تھے کہ رونے سے میرا کلیجہ
 پھٹ جائے گا۔ میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھ گئے اور جب سے
 یہ قصہ چلا تھا اس کے دوران آپ میرے پاس آکر نہ بیٹھے تھے،
 پھر آپ نے ایک مختصر خطبہ شہادت پڑھا اور فرمایا اے عائشہ!
 مجھے تمہارے بارے میں یہ باتیں پہنچی ہیں۔ اگر تم بری ہو تو ضرور
 اللہ تعالیٰ تمہیں بری کر دیں گے (یعنی براءت کا اظہار بذریعہ وں

فرمادیں گے، اور اگر تم سے کوئی لغزش ہوگئی ہے تو اللہ سے توبہ واستغفار کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کلام پورا فرمایا تو میرے آنسو بالکل خشک ہو گئے میری آنکھوں میں ایک قطرہ نہ رہا۔ میں نے اپنے والد ابو بکر صدیق سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیجئے، ابو بکر نے عذر کیا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ جواب دیجئے، انھوں نے بھی عذر کر دیا کہ میں کیا کہہ سکتی ہوں، اب مجبور ہو کر مجھے ہی بولنا پڑا، میں ایک کم عمر بڑ کی تھی اب تک قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھ سکی تھی، اس وقت اس رنج و غم اور انتہائی صدمہ کی حالت میں جبکہ اچھے اچھے عقلا کو بھی معقول کلام کرنا آسان نہیں ہوتا حضرت صدیقہ نے جو کچھ فرمایا وہ ایک عجیب و غریب عاقلانہ کلام ہے اس کے الفاظ بعینہ لکھے جاتے ہیں۔

واللہ لقد عرفت لقد سمعتم هذا الحديث حق استقرا في انفسكم وصدقتم به ولئن قلت لکم انی بريئة واللہ یعلم انی بريئة لا تصدقونی ولان اعترفت لکم بامر واللہ یعلم انی منه بريئة لتصدقونی واللہ لا اجدلی ولکم مثالا الا كما قال ابو یوسف فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔

ترجمہ: بخدا مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ حضرات نے اس

بات کو سنا اور سنتے رہے یہاں تک کہ آپ حضرات کے دل
میں بیٹھ گئی اور آپ حضرات نے اس کی عملاً تصدیق کر دی
اب اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میں اس سے بُری ہوں جیسا کہ
اللہ جانتا ہے کہ واقع میں بُری ہوں تو آپ لوگ میری
تصدیق نہ کریں گے اور اگر میں ایسے کام کا اعتراف کروں
جس سے میرا بُری ہونا اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو آپ حضرات
میری بات مان لیں گے، واللہ اب میں اپنے اور آپ لوگوں کے
معاملہ کی کوئی مثال بجز اس کے نہیں پاتی جو یوسف علیہ السلام
کے والد یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کی غلط بات
سن کر فرمائی تھی کہ میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں اور اللہ
سے اس معاملہ میں مدد طلب کرتا ہوں جو تم بیان کر رہے ہو۔

صدیقہ فرماتی ہیں کہ اتنی بات کر کے میں الگ اپنے بستر پر
جا کر لیٹ گئی اور فرمایا کہ مجھے یقین تھا کہ جیسا میں فی الواقع بُری ہوں
اللہ تعالیٰ میری برارت کا اظہار بذریعہ وحی ضرور فرمائیں گے لیکن یہ
وہم و خیال بھی نہ تھا کہ میرے معاملہ میں قرآن کی آیات نازل ہونگی جو
ہمیشہ تلاوت کی جائیں گی کیونکہ میں اپنا مقام اس سے بہت کم محسوس
کرتی تھی۔ ہاں یہ خیال تھا کہ غالباً آپ کو خواب میں میری برارت ظاہر
کر دی جائے گی۔ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی
اس مجلس سے ابھی نہیں اٹھے تھے اور گھر والوں میں بھی کوئی نہیں

اٹھاتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزول وحی کے وقت ہوا کرتی تھی جس سے سخت سردی کے زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک سے پسینہ پھوٹنے لگتا تھا جب یہ کیفیت رفع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے اُٹھے اور رب سے بہلا کلمہ جو فرمایا وہ یہ تھا البشری یا عائشہ اما اللہ فقد ابرأک یعنی اے عائشہ! خوشخبری سنو اللہ تعالیٰ نے تو تمہیں بری کر دیا۔ میری والدہ نے کہا کہ کھڑی ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو، میں نے کہا کہ نہ میں اس معاملہ میں اللہ کے سوا کسی کا احسان مانتی ہوں نہ کھڑی ہونگی، میں اپنے رب کی شکر گزار ہوں کہ اُسی نے مجھے بری فرمایا۔

فاصلہ ۵ : اس مفصل واقعہ کو پڑھ کر ہر ادنیٰ سے ادنیٰ عقل رکھنے والا بھی اس فیصلہ پر مجبور ہو گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور امہات المؤمنین صلی اللہ علیہن میں سے کوئی بھی عالم الغیب نہ تھے ورنہ یہ واقعہ پیش نہ آتا۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہوتے تو اپنی محسوبہ مرغوبہ کو سدگلاخ میدان میں اکیلی نہ چھوڑتے، بلکہ اپنے اصحاب سے فرماتے کہ تم نے جو ہودج اونٹ پر رکھا وہ تو خالی ہے اسمیں صدیقہ نہیں ہے، ذرا صبر کرو، ابھی وہ جنگل میں ہیں واپس نہیں آئی ان کو آنے دو، لیکن (بقولِ او) میں عالم الغیب اور

زوجہ مطلوبہ کو چھوڑ کر جا رہے ہیں کچھ پتہ نہیں چلتا، یہ عجیب علم غیب کی اور مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ ہے، بعضے بد نصیب تو یہاں تک کہنے سے نہیں شرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تو تھا مگر قصداً چھوڑ دیا۔
کیا اس زمانہ میں کوئی ایسا غیرت مند ہے جو یہ چاہتا ہو کہ میری بیوی پر تہمت لگے اور پھر اس کا تمام لوگوں میں چرچا ہو، اگرچہ جھوٹی تہمت ہو۔

جب ہم جیسے لوگوں کو اس طرح کی جھوٹی تہمت گوارا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت تو ہم سے بدرجہا زیادہ ہے انھوں نے قصداً اس تہمت کے اسباب کیوں اختیار کئے؟ اگر قصداً اختیار کئے ہوتے تو اتنا صدمہ کیوں؟ اور دوسروں سے ام المؤمنین کی پاکی و صفائی کی تحقیقات کیوں؟ اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائیں۔

اسی طرح اگر صحابہ رضی اللہ عنہم جو تمام اولیاء کے سردار ہیں کو علم غیب ہوتا تو ان کو پتہ چل جاتا کہ ہودج خالی ہے اور یہ سمجھ کر کہ ام المؤمنین ہودج میں تشریف رکھتی ہیں اونٹ پر نہ رکھتے، کیا یہ حضرات پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تمہارے نزدیک کم درجہ رکھتے ہیں، پیران پیر صاحب کو تو بغداد میں رہتے ہوئے پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں نے کیا رہویں دی ہے لہذا اس کے کام بناتے ہیں اور فلاں نے نہیں دی اس پر آفات بھیجتے ہیں، فلاں بھینس کا دودھ گیارہویں میں خرچ ہوا فلاں کا نہیں، اور صحابہ رضی اللہ عنہم ہودج کو پکڑے

اٹھا رہے ہیں، ہودج سامنے ہے مگر پھر بھی پتہ نہیں چلتا اور تمام قافلہ کوچ کر کے اکیلی ام المؤمنین کو لوق و دق میدان میں چھوڑ کر چلا گیا، کیا اتنی موٹی بات کسی دانشمند کی سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر صحابہ کو علم غیب ہوتا تو کبھی بھی اپنی پیاری والدہ کو جنگل میں چھوڑ کر نہ جاتے، جب ان کو علم غیب نہیں تو پیران پیر جو ان کے پاؤں کی خاک کے برابر نہیں اور دوسرے اولیاء کرام ان کو کہاں سے علم غیب آگیا، اسی طرح ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی علم غیب نہیں تھا ورنہ ان کو ضرور پتہ چل جاتا کہ مجھے دیر لگے گی قافلہ نکل جائے گا، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتیں کہ شاید مجھے دیر لگ جائے اس لئے کہ میرا بار ٹوٹے گا، پھر میں عالمۃ الغیب اس کو تلاش کرونگی، جس کی تلاش میں کافی وقت لگے گا، ادھر سے قافلہ کے کوچ کا وقت ہو گا لہذا ذرا کوچ کو مؤخر کریں، تاکہ بار ٹوٹنے اور تلاش کرنے کا وقت ملے اور قافلہ سے بھی ملکر چل سکوں، لیکن ام المؤمنین نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ ام المؤمنین کو یہ علم نہیں تھا کہ میرا بار ٹوٹے گا پھر اس کی تلاش میں لگ کر قافلہ نکل جائے گا، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ جنگل جا کر ان کا بار ٹوٹے گا، پھر اس کی تلاش میں دیر لگے گی ورنہ انتظار فرماتے۔

اسی طرح اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ عالم الغیب ہوتے تو صاف کہہ دیتے کہ اصل واقعہ تو یوں ہے اور حضرت زبیرہ رضی اللہ عنہ سے

تحقیق کا مشورہ نہ دیتے، یا یوں کہتے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو خود عالم الغیب ہیں آپ کو تو سب کچھ پہلے سے معلوم ہے تو ہم سے مشورہ کا کیا مطلب؟ لیکن ایسا نہیں کہا، جس سے ثابت یہ ہوا کہ وہ بھی وہابی دیوبندی کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں مانتے کیا ان پر بھی گستاخ رسول ہونے کا فتویٰ صادر کرنا ہے یا انہیں معاف کرنا ہے۔

اسی طرح اگر حضرت حسان اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہما عالم الغیب ہوتے تو کبھی اس تہمت میں شریک نہ ہوتے اور نہ کوڑوں کی سزا کے مستحق بنتے۔
قارئین کو اہم! ذرا انصاف سے ان اقتباسات پر غور فرمائیں، کیا یہ تمام جلیل القدر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (نعموز باللہ) گستاخ رسول تھے (جاشا وکلا) بلکہ ان سب حضرات کا عقیدہ تھا کہ عالم الغیب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس صفت میں کوئی اللہ تعالیٰ کیسا شریک نہیں نہ مقرب رسول، نہ فرشتہ اور نہ مقرب ولی

پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

من یعتقد انہ محمد اصل اللہ علیہ وسلم یعام الغیب
 فهو کافر لان عام الغیب صفة مختصة باللہ

(مرآة الحقیقت ص ۱۸ بحوالہ جواہر التوحید ص ۲۶۷)

ترجمہ: جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

غیب جانتے تھے تو وہ کافر ہے کیونکہ علم غیب ایک ایسی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے۔

فاشلہ : ان حضرات سے متادبانہ گزارش ہے جو پیران پیر صاحب کے نام کی گیارھویں منزے لے لیکر کھاتے ہیں، کہ خدا را ذرا انکے فتویٰ کو بھی دیکھیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھی انکے فتویٰ کی زد میں آجائیں۔

عبارات فقہار کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

① قال فی الخانیہ رجل تزوج امرأة بغیر شہود فقال الرجل للمرأة خذوا پیغمبراً گواہ کر دیم، قالوا لیكون کفراً لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وهو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت، (فتاویٰ خانہ علی ہاشم الہندیہ ج ۲)

ترجمہ : امام حسن بن منصور قاضی خان حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے ایک عورت سے گواہوں کے بغیر نکاح کیا اور اس سے کہا میں نے خدا و رسول کو گواہ بنایا، فقہار کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ کفر ہوگا کیونکہ اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب دان سمجھ لیا حالانکہ جب آپ زندوں میں تھے اس وقت غیب نہیں جانتے تھے تو موت کے بعد کس طرح غیب جانتے لگے۔

(۲) قال في خلاصة الفتاوى رجل تزوج ولم يحضر شاهدا فقال خدائے را و رسول خدائے را گواه کردم و فرشتگان را گواه کردم یکفر في الفتاوى لانه اعتقد ان الرسول والملك عالم بالغيب (خلاصة الفتاوى ص ۳۸۵ جلد ۲)

ترجمہ : ایک آدمی نے نکاح کیا اور گواہ نہ بلوایا اور کہا کہ میں نے خدا اور رسول کو اور فرشتوں کو گواہ بنایا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں اس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کو عالم الغیب سمجھا۔

(۳) قال في البرازيل ، تزوج بلا شهود قال خدائے را و رسول خدائے را و فرشتگان را گواه کردم یکفر لانه اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والملك يعلمان الغيب انتهى
و نیز در برازیل است و عن هذا قال علماؤنا من قال ان ارواح المشايخ حاضرة تعلم تكفر (برازیل بحوالہ مجموعۃ الفتاوی ص ۳۲۵ ج ۱ ص ۳۹۹ ج ۱)

ترجمہ : کسی آدمی نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا، اور کہا کہ خدا اور رسول خدا اور فرشتوں کو میں نے گواہ کیا تو کافر ہو جائے گا، کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتے غیب جانتے ہیں اسی وجہ سے ہمارے علمائے نے فرمایا ہے کہ جس نے کہا بزرگوں کی روہیں حاضر و ناظر ہیں وہ کافر ہے۔

حاشد لا : ان تینوں عبارتوں کو غور سے پڑھئے ہمارے فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے کس صراحت سے علم غیب کے عقیدے رکھنے والے کو کافر کہا ہے اور خوبی کی بات تو یہ ہے کہ یہاں ہمارے دوستوں کی بنا دئی عطا کی تاویل بھی نہیں چل سکتی کیونکہ جس نے رسول کو فرشتوں گواہ بنایا ہے اس کا مطلب تو صرف اتنا ہو گا کہ ان کو ہمارے نکاح کا علم ہے خواہ ذاتی علم کی وجہ سے یا عطائی کی وجہ سے اور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی یہ تفصیل نہیں کی کہ اگر ذاتی طور پر عالم الغیب سمجھتا ہے تو کافر اور عطائی طور پر سمجھتا ہے تو کافر نہیں، بلکہ مطلق کفر کا حکم لگایا کہ خواہ وہ ذاتی علم غیب کا مدعی ہو یا عطائی کا، ہر صورت میں یہ عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ

مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ منصور نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا تو اس سے اپنی بقیہ عمر کے بارے میں سوال کیا کہ میری کتنی عمر باقی ہے؟ تو فرشتے نے پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا اور غائب ہو گیا، منصور نے تعبیر دانوں کے سامنے اپنا خواب بیان کیا، ان میں حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تھے معجزوں نے بہت سی تعبیریں بیان کیں، کسی نے کہا کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ خلیفہ کی عمر ابھی پانچ سال باقی ہے کسی نے کہا اس

سے مراد پانچ ماہ ہیں اور کسی نے پانچ دن بتائے لیکن حضرت
امام عظیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

هو اشارة الى هذه العلوم الخمسة لا يعلمها الا الله
(مدار ۱ ص ۲۱۹ ج ۳)

ترجمہ : کہ وہ ان غیوب کی طرف اشارہ ہے جن کو
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مطلب یہ کہ ملک الموت
نے پانچ انگلیوں سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ مجھے
تمہاری بقیہ عمر کا پتہ نہیں کیونکہ یہ مفتح الغیب میں
ہے اور ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔

جو لوگ حنفی ہونے کے دعویدار ہیں ان کے لئے امام عظیم رحمہ اللہ
تعالیٰ کا فیصلہ کافی ہونا چاہیے اور ضد و ہٹ و دھری کو چھوڑ کر
غلط عقیدہ سے توبہ کرنا چاہیے اور حق کو قبول کر کے فخر نہ کرنا چاہیے

اشکال

جبہ ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ میں اپنے فرزند
کو زنج کر رہا ہوں، اور پھر اس کو حکم خداوندی سمجھ کر چھری لیکر
اپنے جگر پارے کو اوڑھنے منہ لٹایا اور پھر چھری چلانا شروع
کیا اور یہ ثابت کر دکھایا کہ لاڈلے بیٹے کا گلا کٹ سکتا ہے لیکن فرمان
الہی میں پس و پیش نہیں ہو سکتی۔

اس واقعہ سے متعلق یہ اشکال ہے کہ جس وقت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لے جا رہے تھے تو ان کو یہ معلوم تھا یا نہیں کہ میں چھری چلاؤں گا لیکن بیٹے کا گلا نہیں کٹے گا بلکہ جنت سے دُنبہ آکر ذبح ہوگا۔ اگر کوئی کہے کہ یہ علم نہیں تھا تو پھر خلیل اللہ علیہ السلام کی قربانی اور واقعہ کی عظمت تو اپنی جگہ برقرار رہی البتہ اس سے علم غیب کا خود ساختہ عقیدہ پاش پاش ہو جائے گا کیونکہ آج کل کے عاشقِ توادلیار اور تمام انبیاء کو عالم الغیب سمجھتے ہیں۔ اور اگر علم تھا کہ گلا نہیں کٹے گا بلکہ اوپر سے دُنبہ آکر ذبح ہوگا تو اس صورت میں علم غیب کے مسئلہ پر تو اثر نہیں پڑا البتہ یہ عظیم الشان قربانی کا واقعہ مٹی میں مل گیا۔ اس لئے کہ اگر اس طرح کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان شرابی کبابی کو بھی پتہ چل جائے کہ نام بھی ہو جائے گا اور بیٹا بھی ذبح نہیں ہوگا اور مفت میں دُنبہ بھی آجائے گا تو وہ بھی تیار ہو جائے گا بلکہ ابراہیم علیہ السلام ایک بیٹا لیکر چلے ہم تمام بیٹوں کو لیکر چلے جائیں گے، بہر حال اس صورت میں یہ واقعہ ایک فراڈ اور اللہ تعالیٰ اور خلیل اللہ کے درمیان ملی بھگت اور عوام کو دھوکہ دہی کی ایک صورت بن جائیگی جو حقیقت سے بہت دُور ہے۔ حاصل یہ کہ چھری چلانے سے قبل علم تھا یا نہیں؟ جو صورت بھی متعین ہو اس پر جو اشکال ہے اس کا جواب کوئی ہمت کر کے پیش فرمادیں۔



مسئلہ حاضر و ناظر

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک چونکہ اللہ تعالیٰ علیٰ کلّ شئ شہید
 اس لئے بے مثل طور پر اپنی شایان شان ہر جگہ موجود اور حاضر ہے۔
 اور چونکہ اللہ بصیر بین قلوبہم ہے، اس لئے ہر چیز کے لئے
 ہر جگہ دیکھنے والا اور ناظر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہر جگہ ہر وقت
 حاضر و ناظر نہیں نہ مقرب رسول نہ مقرب فرشتہ اور نہ بڑے سے بڑا
 یار و گوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر ناظر ماننا بے نی ہی،
 ان کے نزدیک ہر وقت ہر جا حاضر و ناظر ہونا کسی غیر اللہ کی صفت ہے۔
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا :
 بعض یار و گ تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم عنصری
 کے ساتھ ہر جا حاضر و ناظر سمجھتے ہیں۔
 بعض کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ہر جگہ حاضر و ناظر ہے
 اور بعض یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت ہر جگہ
 حاضر و ناظر ہے۔

نیز بعض کا قول یہ بھی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود
 بس نفیس تو روضۃ اقدس میں تشریف فرما ہیں البتہ وہیں سے

ہر جگہ ہر چیز دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں۔
 بہر حال سچ پوچھئے تو آج تک یہ لوگ اپنے مسلک کی تعمیر
 میں ششدر اور حیران و پریشان ہیں۔
 تنبیہ :

یاد رہے کہ باری تعالیٰ کی صفات کا وہی مفہوم اور معنی مراد لیا
 جائے گا جو اس کے لائق اور شایانِ شان ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور
 صفات کو مخلوق پر قیاس کر کے کوئی مفہوم اور معنی متعین کرنا درست
 نہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کا دیکھنا، سننا، موجود اور حاضر ہونا وہی
 ہی ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب اور لائق ہے۔ ہمیں
 ان صفات کی کیفیات کی تعیین کی ضرورت نہیں، جیسے امام مالکؒ
 سے جب الرحمن علی العرش استوی کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا
 استواء معقول و کیفیت مجہولہ و سئل اللہ عن ہذا ابدعہ الخ
 کہ استواء معقول ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس کے متعلق
 آپ کا سوال کرنا بدعت ہے، میں تجھے برا انسان سمجھتا ہوں۔
 حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت کہ ہر جگہ موجود و حاضر و ناظر
 ہونا، معقول ہے البتہ اس کی کیفیت کس طرح ہے تو اس سے متعلق
 اتنا عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب اور لائق ہے
 اس کیفیت سے یہ صفت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حاضر ناظر ہونیکے دلائل

دلیل ۱ : وہویکے شے و محیط، اور وہی ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

فائدہ : ہر چیز پر محیط ہونا اس ذات کے لئے زیبا ہے جو ہر آن ہر جا بے مثل طور پر موجود ہے، اسی کا علم تم ہوگا اور اس کی شان ہی اکمل ہوگی، اور ظاہر ہے کہ ہر جا حاضر و ناظر ہونے کے لئے محیط ہونا ضروری، اور چونکہ محیط ہونا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے پس صفت حاضر و ناظر بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہوگی۔

دلیل ۲ : الحمد لله يعلم ما في السموات وما في الارض ما يكون من نجوى ثلاثة الا هو ليعلمهم ولا خمسة الا هو سادتهم ولا ادنى من ذلك ولا اكثر الا هو معهم اين ما كانوا ثم يبدئهم بما عملوا يوم القيمة انى الله بكل شىء عليم (المجادلة ۵۸: ۷)

ترجمہ : کیا تو نہیں دیکھتا بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ نہیں ہوتے تین سرگوشیاں کرنے والے، مگر اللہ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔ اور نہیں سرگوشیاں کرتے پانچ مگر چھٹا ان کا اللہ ہوتا ہے، اور نہیں ہوتے اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر اللہ تعالیٰ انکے ساتھ ہوتے ہیں جہاں وہ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد قیامت کے دن

ان کو ان کے عملوں کی خبر دے گا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے جاننے والا ہے۔

طرز استدلال :

تین افراد سرگوشیاں کرنے والوں میں چوتھا اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا، اور پانچ افراد میں چھٹا ربّ قدوس کا ہونا نیز اسی معیت لازمہ (ساتھ ہونا) اس کے حاضر ہونے پر اور قیامت کے دن مخلوق کے ہر عمل کی خبر دینا اس کے ناظر ہونے پر صراحتہً دال ہے، **فبصحت اللہ عتایشرکون**۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جا حاضر ناظر ہونے پر دلائل

دلائل سے قبل بطور تمہید یہ سمجھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تین دور ہیں۔

پہلا دور وہ ہے جبکہ ابھی تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح جسم اقدس میں جلوہ گر نہیں ہوئی تھی۔

دوسرا دور وہ ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر ہو کر غیر آباد دنیا کو آباد کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وجود مسعود سے کائنات کو مستفیض فرمایا۔

تیسرا دور وہ ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے رخصت ہو کر عالم برزخ میں قدم رکھا۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ ان تینوں دوروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہر جگہ موجود و حاضر اور ناظر نہیں رہی۔

پہلا دور اور دلیل

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ وَ هُمْ يَمْكُرُوْنَ (یوسف)

ترجمہ : یہ غیب کی خبروں میں سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس موجود نہ تھے، جبکہ وہ اپنی بات طے کر رہے تھے اور وہ اپنی تجویزیں کر رہے تھے (یعنی جس وقت یوسف علیہ السلام کے خلاف ان کے بھائی مشورہ کر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت موجود نہیں تھے)

طرز استدلال :

یوسف علیہ السلام کا واقعہ باقی انبیاء علیہم السلام کے واقعات سے قرآن پاک میں یکجا کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور ایسے رنگ میں بیان کیا گیا ہے کہ سننے والا یہ کہہ سکتا تھا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک وہاں موجود ہوگی۔ پس اے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر اس مسئلہ کو واضح فرمادیا کہ یہ غیب کی خبریں ہم نے آپ کو بذریعہ وحی بتلائی ہیں ورنہ آپ تو وہاں تھے ہی نہیں۔

دوسرے دور کی دلیل علیٰ

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى
الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْأَيْقِنَاتِ هُوَ
السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (یعنی اسرائیل ۱۱۱)

ترجمہ : شرکیوں سے پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات، جس
نے اپنے پیارے بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد
حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی، جس کے ارد گرد ہم
نے برکت نازل فرمائی ہے تاکہ ہم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
کو اپنے بعض دلائل قدرت دکھائیں، بیشک اللہ تعالیٰ ہر
بات کا سننے والا اور ہر چیز دیکھنے والا ہے۔

طریقہ استدلال :

اس آیت میں قدرے معراج کے واقعہ کو ذکر کیا گیا ہے اور
اس میں دو لفظ قابل غور ہیں اَسْرَى عَلَیْ لَیْلَیۃ
سیر کے لئے ضروری ہے کہ ایک مکان کو چھوڑ کر دوسرے
مکان کی طرف انتقال ہو۔ اور ارارۃ کے لئے ضروری ہے کہ ایسی چیز
دکھائی جائے جو پہلے اسے نہ دیکھ چکے ہوں یا نہ دیکھ رہے ہوں۔
پس پروردگار عالم نے اَسْرَى کے لفظ سے سرور کائنات
کے ہر جگہ حاضر ہونے کی نفی فرمائی اور لَیْلَیۃ سے ہر جاناظر ہونے کی،

واضح اور ثابت ہوتے ہیں :

① اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مردہ کے پاس سوال و جواب کے وقت قبر میں بنفس نفیس خود تشریف نہیں لیجاتے (جیسے یار لوگوں کا عقیدہ ہے) ورنہ قبر پر گزرنے سے قبل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرماتے کہ رات میں فلاں قبر میں گیا تھا جس میں فلاں یا ایسا مردہ تھا جس کی نماز جنازہ میں نے نہیں پڑھائی، چلو ابھی چلتے ہیں اور نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ جب قبر پر گزرا ہوا تو نئی قبر دیکھ کر فرمایا یہ کون دفن ہوا ہے ؟

اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں سوال و جواب کے وقت مردہ کو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مثالیہ دکھائی کر سوال ہوتا ہے یا مَا هَذَا الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ هَذَا سے حاضر فی الذہن کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے کہ تمہارے ذہن میں جس کے رسول ہونے کی بات ہے یہ کون ہے ؟ اور استحضار ذہنی کو کبھی کامل محسوس سمجھ کر ہلذا سے اشارہ کیا جاتا ہے جیسے علم بلاغت کی کتابوں میں صراحت موجود ہے۔

② دوسرا امر یہ واضح ہوا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہر جگہ حاضر ناظر اور علم غیب کا عقیدہ نہیں تھا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر انہیں

سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو عالم الغیب اور ہر جگہ ہر وقت حاضر ناظر ہیں، ہمارے اطلاق کی کیا ضرورت تھی، ہم نے تو یہ سمجھا کہ علم تو ہے اگر مناسب سمجھیں تو خود تشریف لے آئیں گے اس طرح کی تقریر کسی صحابی نے نہیں جھاڑی بلکہ صاف حال بیان کیا کہ رات کا وقت تھا ہم نے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔

③ تیسرا امر یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے لوگوں سے محبت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر اور عالم الغیب نہ مانتے ہوں، کیونکہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دریافت کرنے پر یہ کہا کہ ”رات کا وقت تھا ہم نے جگانا مناسب نہیں سمجھا“ جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حضرات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب اور ہر جا ہر وقت حاضر ناظر نہیں سمجھتے ہیں تو ان کے اس قول کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم وہابی اور گستاخ رسول ہونے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوئے بلکہ کھڑے ہو کر سب نے مل کر نماز جنازہ ادا کی۔

اس سے واضح ہو گیا کہ گستاخ رسول وہ لوگ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی طور پر عالم الغیب اور ہر جگہ ہر وقت حاضر ناظر کہتے ہیں۔

عقل سلیم کی باتیں

درج ذیل سوالات پر ذرا ٹھنڈے دل سے سوچ کر عقل سلیم سے

فیصلہ طلب فرمائیں۔

① آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل مکہ میں تھے یا مدینہ میں؟ کیا اللہ تعالیٰ کو بھی اسی طرح کسی خاص شہر کے ساتھ مختص کر سکتے ہیں؟ کہ کراچی میں ہے لاہور میں نہیں؟

② کیا ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرتا ہے؟ کبھی تم نے مشنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہر مقام پر اپنی شان کے مطابق موجود ہے اس نے کراچی سے پشاور ہجرت کی؟

③ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرما رہے تھے تو ہجرت سے قبل مدینہ منورہ میں تھے یا نہیں؟ اگر نہ تھے تو حاضر ناظر کا مسئلہ ختم۔ اگر تھے تو ہجرت کا کیا مطلب؟

④ جب غزوہ فریسیج میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر کیوں نہیں آیا؟

⑤ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی افواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اور سبیت رضوان وجود میں آیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاضر اور ان کو دیکھتے تھے یا نہیں؟

⑥ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے اور عذیبہ کے مقام پر مشرکین نے رد کا جس کی وجہ سے اس سال عمرہ نہ کر سکے، یہاں سوال یہ ہے کہ سفر عمرہ سے قبل آپ

صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں تھے یا نہیں؟ اور ہر جگہ حاضر ناظر کو کس طرح روکا گیا؟

دور ثالث کی دلیل

قال فی الہندیہ تزوج رجل ولم یحضر الشہود وقال خدائے را دروں راگواہ کر دیم او قال خدائے را و فرشتگان را گواہ کر دیم یکض و لوقال فرشتہ دست راست راگواہ کر دیم و فرشتہ دست چپ راگواہ کر دیم (لائیکض) (عائلیگیریہ ص ۲۱۳ ج ۲)

ترجمہ: ایک جوان نے ایک عورت سے نکاح کیا لیکن گواہ حاضر نہیں ہوئے تو اس نے کہا کہ میں نے خدا اور رسول خدا کو گواہ بنالیا ہے یا کہا کہ خدا اور فرشتوں کو گواہ کیا ہے تو کافر ہو جائیگا۔ اور اگر کہے کہ دائیں بائیں طرف والے فرشتوں کو گواہ بنایا ہے تو کافر نہیں ہوگا۔

فاشدا: قارئین کرام اگر اس عبارت اور ترجمہ کو توجہ سے پڑھیں تو اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں، کہ یہاں کفر کے فتویٰ کی وجہ یہ ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا فرشتوں کو عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر ناظر ہونے کا اعتقاد رکھا ہے۔ ہاں اگر دائیں بائیں لہسنے والے فرشتوں کو گواہ بنا دے تو کافر نہ ہوگا اس لئے کہ وہ ہر وقت اس کے پاس رہتے ہیں۔

ایک مغالطہ اور اسکا جواب

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں تو نماز میں آپ کو السلام علیک ایھا النبی سے خطاب کیوں کیا جاتا ہے؟ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نمازی کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور نمازی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتا ہے۔

جوابات

جواب ۱ : علماء نے لکھا ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے اور وہاں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، کہ تمام ربانی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے مخصوص ہیں (الْحَقِيقَاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَواتُ لِلَّهِ) تو اللہ تعالیٰ نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بدیہ تبریکہ پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: السلام علیک ایھا النبی (سلامتی ہو تجھ پر اے نبی) اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تعلیم دیتے وقت ثقف خطاب کو جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے سنا تھا، برقرار رکھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

اگر گویند کہ خطاب حاضر را بود و آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دریں مقام نہ حاضر است پس توجیہ ایں خطاب چہ باشد جوابش آنست کہ چون ورود این کلمہ در اصل یعنی شرب معراج بصیغہ

خطاب ہو رہے تھے تغیر نہ دے دینا اور یہاں اصل گزاشتند (مکتوبات حضرت شیخ بر حاشیہ اخبار الاخیار ص ۲۱۶ بحوالہ تبرید النواظر ص ۱۶۲) ترجمہ : اگر کہیں کہ خطاب تو حاضر کو ہوتا ہے اور آپ صلی علیہ وسلم اس مقام میں حاضر نہیں ہیں، تو اس خطاب کی توجیہ کیا ہوگی؟ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ کلمہ دراصل شب معراج میں بصیغہ خطاب وارد ہوا ہے اور اس کو اسی پر برقرار رکھا گیا اور اس میں کوئی تغیر نہ کیا گیا۔

یہ بات متعدد کتابوں میں مذکور ہے کہ شب معراج میں یہ خطاب ہوا تھا اور اس کو برقرار رکھا گیا۔ البتہ یہ خیال رہے کہ ”السلام علیہ ایہا النبی“ میں یہ حکایت محض حکایت نہیں بلکہ بطور انشاء اور دعا ہے۔ چنانچہ در مختار ص ۴۷ ج ۱ پر ہے کہ

و یقصد بالفاظ التشهد الانشاء کہ الفاظ تشہد سے مراد انشاء ہونی چاہیے۔

تنبیہ : قرآن میں یا فرعون مشبورا وارد ہے، اس میں یا فرعون کا معنی ہے اے فرعون، سب لوگ حرف ندا جو حاضر کے لئے ہے کے ساتھ پڑھتے ہیں کیا اس سے فرعون کا حاضر ناظر ہونا ثابت ہو جائے گا؟

جواب : اگر مقصود صرف انشاء ہو تو کچھ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہمارا یہ سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک فرشتے پہنچاتے ہیں اس لئے

کلمات خطاب اور ندا سے پڑھا جاتا ہے جیسے ہم اپنے خطوط میں اپنے دوستوں بھائیوں اور رشتہ داروں کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کلمات خطاب کے ساتھ لکھتے ہیں کہ جب ہمارا خط پہنچ جائے گا تو اس وقت ان سے خطاب ہو جائے گا ورنہ خط لکھتے وقت کوئی ان کو حاضر و ناظر نہیں سمجھتے، اسی طرح حال سلام اور صلوٰۃ کا ہے۔

مسالہ استعانت و پکار

یونس علیہ السلام نے بھی مچھلی کے پیٹ میں مختار کائنات کو پکارا تھا

فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَتَجَنَّبَاَهُ مِنَ الْعَذَابِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نُنَجِّي الْمُؤْمِنِينَ (الانبیاء)

ترجمہ: پس پکارا حضرت یونس علیہ السلام نے اندھیرے میں یہ کہ تیرے بغیر کوئی بچانے والا نہیں ہے، تیری ذات پاک ہے، بلاشبہ میں تھا اپنے خیال میں زیادتی کرنے والوں کے، پس ہم نے دعا قبول کی، اور اسے غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل

عن ابی طلحۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا مع رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فی غزاة، فلقی العدو فسمعتہ یقول
یا مالک یوم الدین ایتاک نعبد و ایتاک نستعین، قال
فلقد رأیت الرجال تصدع تضربہا الملائکة من بین
یدیهما ومن خلفہا (تفسیر درمنثور ص ۱۴۱)

ترجمہ: حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنگ میں تھے، آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے دشمن آگیا، پس میں نے آپ صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا، فرما رہے تھے، اے مالک یوم الدین ہم
خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد
مانگتے ہیں۔

پس میں نے لوگوں کو دیکھا کہ بھاگ رہے تھے اور فرشتے
ان کو آگے پیچھے سے مار رہے تھے۔

فائدہ: دشمن کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ تعالیٰ
کو مدد کیلئے پکارا، مگر آج کل کا رسمی۔ اوروں کو پکارنے پر زور دئے جا رہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نہرہب عقیدہ

کتاب الغرائب فی تحقیق المذاہب میں لکھا ہے کہ امام اعظم
رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انسان کو دیکھا کہ وہ بزرگوں کی قبروں پر جا کر
ان سے کلام کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا تم کو علم ہے کہ میں تمہارے

پاس کئی ماہ سے آرہا ہوں، تم میرے لئے دعا کرو۔

حضرت امام صاحب نے فرمایا،

هل اجابولك؟ قل لا، فقال سمعناك وتربيت يدك كيف

تكلما جسادا لا يستطيعون جوابا ولا يملكون شيئا

(بجوالہ صیانة الانسان، بجوالہ براہین ۲۲۳)

ترجمہ: کیا انھوں نے تجھے جواب دیا ہے؟ اس نے جواب

دیا نہیں، پس حضرت امام صاحب نے فرمایا، تیرے لئے تباہی

اور تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں کس طرح تو بات کر رہا ہے

ایسے اجسام کے ساتھ جو جواب کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ

کسی چیز کے مالک ہیں۔

فائدہ: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ ہر مدعی حنفیت

کے لئے ایک مشعل راہ ہے، حنفی اہل سنت کہلا کر مسالہ توحید میں

امام صاحب کو چھوڑ جانے والا یقیناً ہے۔

ہر مسلمان نماز کی ہر رکعت میں یہاں قرا کرتا ہے کہ ایتاھ نعبد و

ایتاھ نستعین، خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد

مانگتے ہیں، اور یہی تعلیم تمام انبیاء و کرام علیہم السلام سے ملتی ہے کہ

پکارنے کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، ہر مشکل میں

اسے ہی پکارا جائے، اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو مافوق الاسباب مدد

کے لئے پکارنا شرک اور بڑی گمراہی ہے، حفظنا اللہ

باری حق تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ، أَمْواتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ (الزل)

ترجمہ : اور جن کو یہ خدا کے بغیر پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے وہ خود مخلوق ہیں، مردے (اور فانی) ہیں زندہ جاوید نہیں، اور انکو پتہ نہیں کہ کب انکو (قیامت میں) اٹھایا جائیگا،
فائدہ : اس آیت سے پتہ چلا کہ مافوق الاسباب اسے پکارنا چاہیے جو نہ مخلوق ہو اور نہ ہی اس پر موت طاری ہو سکے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ کو پکارا

جب حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام نے شجر ممنوع کا پھل کھایا تو آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ربار میں التجا کی، کہنے لگے، رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

ترجمہ : اے ہمارے پالنے والے ہم نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی، اگر آپ نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور ہمیں نظر عطا نہ فرمایا تو یقیناً ہم خسارے میں جا پڑیں گے۔

فائدہ : جب آدم علیہ السلام نے بوقت غم رب کو پکارا تو اولاد کو بھی چاہیے کہ وہ بوقت مصیبت اپنے باپ کی طرح صرف اور صرف اپنے رب کو پکارے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد کیلئے صرف اللہ کو پکارا

هَذَا لَكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ
ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً (ال عمران ۳: ۳۸)

ترجمہ: اس وقت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا،
عرض کیا اے میرے رب مجھے عطا کر اپنی طرف سے پاک اولاد،

حضرت ایوب علیہ السلام نے بھی مصیبت میں رب العالمین کو پکارا تھا

وَإِيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ
الرَّاحِمِينَ، فَأَسْتَجِبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ (الانبیاء ۲۱: ۸۳)

ترجمہ: اور حضرت ایوب علیہ السلام نے جب اپنے مالک کو پکارا اور
کہا کہ مجھے تکلیف پہنچ چکی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے پس ہم نے انہی
پکارا اور دعا کو قبول کیا، پس ہم نے ان کی تکلیف رفع کر دی۔

مسألة مختار کل

اہل سنت والجماعت مختار کل قادر مطلق اور چیزوں کو حلال کرنے
والے اور حرام کرنے والے صرف اللہ کو مانتے ہیں۔

یاد لوگے تحلیل و تحریم انبیاء کرام اورائمہ اور گدی نشینوں

کے سپرد کرتے ہیں، اہل بدعت کہتے ہیں کہ دنیا و آخرت کی سب مہر کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہیں۔

ایک شاعر کہتا ہے

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر :۔ اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے :۔ جو کچھ ہمیں لینا ہے لئے ہیں گئے محمدؐ
بلکہ اس سے بڑھ کر اولیاء کرام کو مختار کل سمجھ کر ان کیلئے کن فیکون
کے اختیارات ثابت کرتے ہیں، ہم اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ دلائل
ذکر کرتے ہیں جن سے معلوم ہو گا کہ آسمان و زمین اور تمام اشیاء کا مالک صرف اور
صرف اللہ کی ذات ہے، اور وہی جس طرح چاہیں گے انہیں تصرف کے مختار ہیں،
اور اپنے تصرف میں افعال میں کسی کے محتاج نہیں۔

تمام خزانوں کا مالک و متصرف صرف اور صرف اللہ ہے

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَمَالِكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَبِّ وَكَلا سِيرُ (بقراءۃ)
ترجمہ: کیا تو نہیں جانتا بلاشبہ خدا تعالیٰ کے لئے ہے
ملک و اختیار آسمانوں اور زمینوں کا اور تمہارے لئے
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کار ساز اور مددگار نہیں۔

تصرفات کے اختیار میں اللہ تعالیٰ کیساتھ کوئی شریک نہیں

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكُ الْمُلْكِ مُوتِي الْمُلْكِ مَوْنُ تَشَاءُ وَ
تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعْزِزُ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ
تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ترجمہ: کہہ دیجئے (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) اے اللہ
تو مالک الملک ہے، قادر و مختار ہے، جسے چاہے ملک
دیتا ہے اور جس سے چاہے ملک چھین لیتا ہے، جسے
چاہے عزت عطا کرتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے
تیرے ہاتھ میں خیر ہے بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر و مختار ہے،

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان کہ میں نفع نقصان کا مالک نہیں

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا، قُلْ إِنِّي لَا
أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَرَشَدًا،

ترجمہ: کہہ دیجئے (اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) کہ میں تو
صرف اپنے پالنے والے کو پکارتا ہوں اور اسکے ساتھ کسی کو
شریک نہیں کرتا (اور یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میں تمہارے نفع نقصان
کا مالک و مختار نہیں ہوں۔

فائدہ: جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کے نفع نقصان

کا اختیار نہیں تو پیران پیر صاحب اور دوسرے بزرگوں کو کیونکر ہو سکتا ہے
اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائیں۔

بیٹا بیٹی دینے والا کون؟

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ يَهَبُ
لِمَن يَشَآءُ اُنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَآءُ الذَّكَوٰرَ ۚ وَهُوَ
ذِكْرًا وَاُنَاثًا ۚ وَیَجْعَلُ مِمَّنْ یَشَآءُ عَفِیْمًا ۚ اِنَّ مَعَ عَلَیْمٍ
قَدْرِیْقَہ (الشوریٰ ۴۲ : ۵۰)

ترجمہ : اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمان و زمین کی، وہ
جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں
عطا فرماتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا
ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے
بے اولاد رکھتا ہے، بے شک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت
والا ہے۔

فائدہ : اس آیت میں ناظرین کرام کے لئے انتہائی عبرت کا سامان ہے
کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی فیصلہ فرما دیا کہ بیٹا بیٹی دینا اللہ کا کام ہے
اس کا اختیار اللہ تعالیٰ نے کسی اور کو نہیں دیا جس عورت کو اللہ تعالیٰ
نرینہ اولاد دینا چاہیں کسی کی طاقت اور قدرت نہیں کہ اس سلسلہ
کو بند کر دے یا تبدیل کر دے، اور جس کو اللہ تعالیٰ لڑکیاں دینا

چاہیں کسی کی قدرت نہیں کہ وہ اس کو بند کر کے ٹڑکے دینا شروع کر دے، اور جس پر دونوں قسم کی اولاد اللہ تعالیٰ بند کر کے عقیم اور بانجھ بنا دے، دنیا کی کوئی طاقت اسکو صاحب اولاد نہیں بنا سکتی ہے خدا را اب تو درگاہوں پر جانا چھوڑ کر ایک مختار کل سے اولاد کی نعمت طلب کرو۔

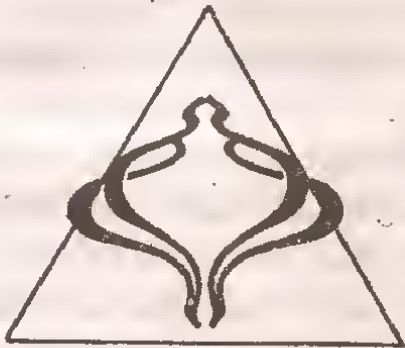
◎ مخلوق بے بس ہے ◎

يَا أَيُّهَا النَّاسُ هُبْرٌ مَثَلٌ فَاستمعوا له، وَإِنِ الَّذِينَ
سَدَّ عَوْنَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ
وَأَنْ يَسْلُبَهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ۖ ضَعُفَ
الظَّالِمِينَ وَالْمُطْلُوبِينَ (الحج ۲۲: ۷۳)

ترجمہ: اے لوگو! ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے،
اس کو کان لگا کر سنو، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم
لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک مکھی پیدا نہیں
کر سکتے گو سب کے سب بھی (کیوں نہ) جمع ہو جائیں، او
بیدار کرنا تو بڑی بات ہے وہ ایسے عاجز ہیں کہ اگر ان سے
مکھی کچھ چھین کر لے جائے تو اس کو تو اس سے چھڑا ہی
نہیں سکتے، ایسا عابد بھی پھر ایسا معبود بھی پھر۔

فائدہ: اس آیت نے تو فیصلہ ہی کر دیا کہ اختیارات سب کے

سب اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، دوسروں کو تو اتنا اختیار بھی نہیں کہ
 مکھی جیسی ناقص مخلوق کو پیدا کر دیں، اور پیدا کرنا تو درکنار مکھی
 کی چھینی ہوئی چیز بھی اس سے واپس نہیں کر سکتے۔ جو اتنے معمولی کام
 کی قدرت نہیں رکھتے وہ مختار کل کیسے بن سکتے ہیں، اور ہمارے
 بڑے بڑے کام کیسے کر سکیں گے، فوا اسفا



ارشاداتِ المحدثت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب

بشریتِ رسولِ صلی اللہ علیہ وسلم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَائِلِ الْأَنْبِيَاءِ كَرَامِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَوَجْهِهِ بَشَرِيٍّ مِنْ سَائِلِهَا
سے سمجھتے تھے، آپ دیکھتے ہیں :

”اجماع اہل السنۃ ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے
سوا کوئی معصوم نہیں جو دوسرے کو معصوم جانے اہل السنۃ

سے خارج ہے۔“ (دوام العیش ص ۲۷ مطبوعہ بریلی شریف)

فائدہ : کیا اس میں تصریح نہیں کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
بشر ہیں اور ایسے بشر ہیں کہ گناہ ان سے صادر نہیں ہوتا۔

علمِ غیب

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى رَسُولِ الْأَكْرَمِ صَلِّ عَلَى رَسُولِ الْبَشَرِ صَلِّ عَلَى رَسُولِ الْوَحْيِ صَلِّ عَلَى رَسُولِ الْوَحْيِ
کئی کے قائل نہ تھے، آپ رقمطراز ہیں :

”ہم نہ علم الہی سے مساوات مانتے ہیں نہ غیر کیلئے علم بالذات جانیں اور

عطاء الہی سے بھی بعض علم ہی مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔ اس سے بڑھ کر جس امر

کا اعتقاد میری طرف کوئی منسوب کرے مغتری کذاب اور اللہ کے ہاں

اس کا حساب۔“ (خالص الاعتقاد ص ۲۳ مطبوعہ بریلی شریف)

خاملاً : اس میں آپ نے اللہ اور اس کے محبوب برحق صلی اللہ علیہ وسلم میں علم کی برابری کا صاف انکار کیا ہے، اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر غیب جاننے والا نہیں بنایا تھا بلکہ جب ضرورت ہوتی اللہ تعالیٰ آپ کو غیب پر مطلع فرما دیتے، خود غیب جان لینے کی صفت آپ کو نہ دی گئی تھی کہ جب چاہیں جسے چاہیں اس صفت سے جان لیں بخلاف دیکھنے اور سننے کی صفت کہ یہ ہر انسان کو دی گئی ہے کہ جب چاہیں جسے چاہیں دیکھ سکتے ہیں۔

اس میں اس کی بھی تصریح ہے کہ عطا الہی سے بھی بعض کے قائل ہیں کئی علم غیب کے قائل نہیں۔

نیز ملفوظات اعلیٰ حضرت کے ایک عرض وارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت علم غیب کو صفت کمال ہی نہیں سمجھتے، ہم قارئین کی خدمت میں عرض وارشاد دونوں نقل کرتے ہیں۔

عرض : حضور ایک صاحب پہلے محدث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہاں مدرسہ میں پڑھتے تھے اب انکی حالت یہ ہے کہ اکثر غفنی باتیں بتاتے ہیں لوگوں کا ہجوم زیادہ ہے اور نماز وغیرہ کی پابندی نہیں ہے۔

ارشاد : (اعلیٰ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا) ایک صاحب اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں سے تھے آپ کی خدمت میں بادشاہ وقت قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا، حضور کے پاس کچھ سیب نذر میں آئے تھے، حضور نے ایک سیب دیا اور کہا، کھاؤ عرض کیا حضور

بھی نوش فرمائیں آپ نے بھی کھائے اور بادشاہ نے بھی، اس وقت بادشاہ کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ جو سب میں بڑا، اچھا، خوش رنگ سیب ہے، اگر اپنے ہاتھ سے اٹھا کر مجھ کو دیدیں گے تو جان لوں گا کہ یہ دلی ہیں، آپ نے وہی سیب اٹھا کر فرمایا ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا، دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا، اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے، ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے، گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سٹریک ڈیتا ہے یہ حکایت ہم نے اس لئے بیان کی کہ اگر یہ سیب ہم نہ دیں تو دلی ہی نہیں اور اگر دیدیں تو گدھے سے بڑھ کر کیا کمال کیا، یہ فرما کر سیب بادشاہ کی طرف پھینک دیا۔

(اعلیٰ حضرت یہ حکایت نقل کر کے فرماتے ہیں) بس یہ سمجھ لیجئے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لئے ہو سکتی ہے انسان کے لئے کمال نہیں اور وہ جو غیر مسلم کے لئے ہو سکتی ہے مسلم کے لئے کمال نہیں۔

(ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۱۱)

فائدہ :

قارئین کرام ! اعلیٰ حضرت نے کس وضاحت سے ارشاد فرمایا کہ جو صفت (مثل غیبی اور پوشیدہ بانیں بتانا اور جان لینا) غیر انسان (یعنی گدھے) کے لئے ہو سکتی ہے انسان کے لئے کمال نہیں۔

علم غیب کل کی نفی کرنے والوں کو گستاخانِ رسول کہہ کر مرتد اور
یہ ایمان کہنے والو!

اعلیٰ حضرت کے اس ارشاد کو غور سے پڑھئے، کیا اعلیٰ حضرت بھی
گستاخِ رسول تھے؟ انھوں نے بیابانِ دہل فرما دیا کہ مخفی باتوں کا جان
لینا غیر انسان اور گدھوں کی صفت ہو سکتی ہے لہذا انسان کے لئے
یہ کوئی کمال نہیں۔

حضرت مولانا دیدار علی شاہ بریلوی کا ارشاد
حاضر و ناظر کے بارے میں

آپ لکھتے ہیں :

لفظ حاضر و ناظر سے اگر حضور و منظور بالذات مثل حضور
و منظور باری تعالیٰ ہر وقت و لمحہ مراد ہے تو یہ عقیدہ
محض غلط و مفسی الی الشک ہے۔ آلا! اہل اسلام میں
یہ عقیدہ کسی جاہل و جاہل کا بھی نہ ہوگا۔

(رسول الکلام فی بیان المولود والقیام ص ۱۸)

فان شاء : مولانا ابوالبرکات ناظم اعلیٰ حزب الاحناف لاہور کے والد
گرامی نے پوری وضاحت کر دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی
ہر وقت ہر لمحہ حاضر و ناظر سمجھنا شرکیہ عقیدہ ہے۔ کیسی جاہل اُجڈ کا
ہی ہو سکتا ہے پڑھے لکھے سمجھدار مسلمان سے اس قسم کی خرافات پر

ایمان لانے کی کبھی اُمید نہیں کی جاسکتی ہے۔

ارشاد پیر مہر علی شاہ صاحب کہ متصرف

اور مدبر صرف اللہ ہے

آپ ارشاد فرماتے ہیں :

”اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ جس امر کی طرف دل سے متوجہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ وہ کام کر دیتا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں کہ جس وقت چاہیں اور جو کچھ چاہیں ہو جائے کیونکہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام اپنے چچا ابو طالب کے واسطے یہی چاہتے تھے کہ وہ اسلام لادیں اور ظہور میں ایسا نہ آیا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب نبی کو مکمل اختیار نہیں تو ولی کو کس طرح ہو، یہ تب ہو کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی یا ولی کو سب اختیار دیکر آپ معطل ہو بیٹھے اور یہ بالکل برخلاف عقیدہ اسلام ہے۔“

(مکتوبات طیبات ص ۱۲۷)

فائدہ : اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اتنی عزت دیتا ہے کہ وہ اللہ کے بارے میں قسم کھالیں کہ وہ ایسا کر دیگا تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم کی لاج رکھتا ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ اس کام کے لئے خود تصرف کرتے ہیں، وہ کام ان کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے تصرف

سے وجود میں آتا ہے ، پوری کائنات میں تصرف صرف اللہ تعالیٰ ہی
 کا چلتا ہے وہی مدبر کائنات ہے ، نبیوں اور ولیوں کو متصرف
 اور مختار کُل سمجھنے کا عقیدہ اسلام کے خلاف ہے اور الزام تعطل
 کی وجہ سے باری تعالیٰ کی توحید کو مستلزم ہے ۔ شاہ صاحب کی
 تحریر سے یہ گزارشات روز روشن کی طرح واضح ہیں ۔